اندازِ ستم
تحریر : مشی نیازی

کوئی ہے بچاؤ مجھے، یا اللہ پلیز کوئی بچاؤ ویرانے میں اسکی چیخ گونجی ابھی وہ اور چیختی کے کسی نے منہ پر ہاتھ رکھا تو اسکی سسکیاں منہ میں ہی کہیں دب چکی تھی۔

ایک دم۔ہڑبھڑا کر اٹھ بیٹھی لمبے سانس لیتے ساتھ پڑا جگ سے پانی نکال کر پیا پھر جا کر کچھ دھڑکنیں معمول پر آئی تھی۔

سلکی براؤن بال جو پسینے چپک چکے تھے انہیں ایک جوڑے کی مانند باندھا اور موبائیل پر ٹائم دیکھتے ہی وہ جلدی سے سر پر ہاتھ مارتی اٹھی۔

یہ تھی معصوم۔ چل بلی سے بیس سالہ عنایہ رئیس جس کے صرف نام کے ساتھ ہی رئیس تھا دس سا کی عمر میں ہی باپ کی وفات نے جیسے سر کاموں کے بوجھ بڑھا دیے تھے۔ چچا چچی نے اسے صرف اسکے باپ کی دکانوں سے آنے والے کرایہ کی وجہ ہی پاس رکھا تھا جس میں سے ایک روپیہ بھی اسے کم ہی ملتا تھا۔

آج وہ اتنے بابا کے دوست رحمان انکل کے گھر جا رہی تھی۔ جنہوں نے اسکی میڈیکل کے سارے اخراجات اٹھا رکھے تھے۔

ان کے بیٹے کی شادی تھی اس لیے وہ چند۔ دن پہلے رہنے جا رہی تھی۔

اوئے مرجانی نکل باہر جا تیرا یار کھڑا ہے گھنٹیاں بجاتا۔

تائی کو وہ کی بات پر ضبط کرتی باہر نکلی جہاں سمیر بائیک لئے کھڑا تھا۔

سمیر نے ایک نظر اسے دیکھا اسکی سنہری آنکھوں کی چمک اوپر سے سانولہ رنگ ناک میں موجود ڈائمنڈ کی نوز پن کانوں میں ڈالی سونے کی بالیاں سمپل کاٹن کے سوٹ میں وہ کسی کو گھٹنوں پر لانے کا ہنر جانتی تھی۔

تمہیں کتنی بار بولا ہے دروازہ پر ہارن نا دیا کرو تم جانتے تو ہو تائی کو' وہ بائیک پر بیٹھتی اس سے استفار کر رہی تھی جو بس مسکراتے ہوئے بات سن رہا تھا۔

تمہیں کتنی بار بولا ہے لوگوں کو صفایا پیش نہیں کی جاتی ورنہ لوگ ان صفائیوں کا غلط مطلب نکالتے یہ میں بھی جانتا ہو اور تم بھی تم مجھے عزیز بالکل ایک بہن کی طرح تو پھر باقی گئے تیل لینے وہ بائیک اڑاتا جیسے ساتھ اسکی پریشانی بھی ختم۔ کر گیا تھا۔ وہ سمیر شیخ تھا عنایہ پر ٹکٹ شیڈ اسکا محافظ بڑے بھائی کی حفاظت کرنے والا۔

وہ اتنی دور پہلی بار اکیلی جا رہی تھی انکل کو تو منع کر دیا کے وہ اکیلی آجائے گی کسی کو نا بھیجے

ابھی آدھا راستہ گزرا تھا کے گاڑی رکی تھی۔

سردار وجدان کا حکم ہے سب کے سب ابھی کے ابھی باہر نکلیں۔ایک کڑک دار آواز آنے پر اوپر سے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر سب کانپ کر رہ گئے تھے۔

بنا چیخے اترو سارے' وہی نوجوان ہنوز اسی لہجے سے بولا۔

عنایہ کا خوف کے مارے رنگ زرد پڑا تھا اپنی کالی چادر کو اور کھینچ کر دوپٹہ سے چہرہ تک کور کر چکی تھی۔جو ورد درود آتے آنکھیں بند۔کیے پڑھ کر پھونک رہی تھی جیسے آنکھیں کھولیں گی کے وہ کسی خواب کی طرح ختم ہو جائے گا۔

ایں لڑکی تجھے الگ سے کہنا پڑے گا۔ عنایا نے نظریں اٹھائی پل بھر کیلے وہ نوجوان ان آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

وہ کپکپاتی ٹانگوں سیٹوں کا سہارا لیتی باہر آئی۔

وہاں کھڑی ایک بڑی عورت کے پیچھے جا چھپی تھی کیونکہ پوری گاڑی میں واحد عورت تھی جس نے چادر سے چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔

سائیں وہ دونوں بھاگ گیے اس گاڑی میں نہیں ہے وہ دونوں۔ وہی نوجوان گاڑی میں بیٹھے اپنے مالک کے پاس گیا اور بتانے لگا۔

وہ بات کر رہے تھے ایک نسوانی چیخ پر دونوں باہر نکلیں۔

وہ سفید سوٹ پہنے کندھے پر سندھی چادر ڈالیں کالی گہری پر سر برسی آنکھیں کسی کو منجمند کرنے والی اسکا قدم قدم۔ چلنا بھی قہر برپا کر دیتا تھا۔

وہ پل میں مقابل کو دھول چٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا گلابی ہونٹ جو سگریٹ زیادہ پینے سے اتنی رنگت بدل چکے تھے۔

کیا ہو رہا ہے یہاں 'سائیں یہ بی بی تعاون نہیں کر رہی۔ وہ جلدی جلدی سے بولا۔

لعنت تم سب پر بے غیرتوں ایک عورت کے پردہ ہاتھ میں دبوچے" کے تم اس سے کس طرح کا تعاون مانگ رہے تھے" عنایہ غرائی تھی وہ کب سے اسکی بدتمیزی کو برداشت کر گئی تھی لیکن اب انتہا تھی اس لیے اسے زور سے تھپڑ دے مارا۔

وہ بات مکمل کرتی کے سردار نے اپنی گن نکالے تین کی تین گولیاں اس شخص کے سینے پر اتاری تھی۔

عنایہ نے ڈر اور چیخوں کو دبانے کیلیے اپنے چہرے پر زور سے ہاتھ رکھا۔

وہ ایک ہی پل میں اسکے پاس پہنچتا اسے نظر بھر کر دیکھا نقاب میں چھپا چہرہ ایک پر سرار سی مسکراہٹ نے چھپ دکھائی تھی جو لوگوں کو اور خوفزدہ کر گئی تھی۔

اگلے ہی پل اسکی نرم نازک سی بازوں اسکے مضبوط شکنجے میں تھی۔

تم۔لوگ جا سکتے ہو

چھوڑو مجھے میں نے کہاں چھوڑو کمینے۔وہ جھٹپٹاتی ہوئی اسکا گریبان پکر گئی تھی مقابل نے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑے ایک تھپڑ کھینچ کر مارا۔

تم۔مجھے جانتی نہیں ہو جانور ہو اور مجھے غصہ دلا کے تم بس خود کے " ساتھ بڑا کرو گی "

اسکقدر سخت ہاتھ کے اگلے ہی وہ ہوش وحواص سے بگانا ہوئی تھی۔

حماد نے اپنے مالک کو دیکھا اسے ان کی آجکی حرکت اسے بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔

گاڑی چلاؤ چلاؤ

جی حکم سائیں وہ خاموشی سے پیچھے سیٹ پر بے سود پڑی لڑکی پر ڈالے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں اسنے اٹھنا چاہا تو شدید تکلیف کی لہر جسم میں اٹھی تھی۔

کمرے میں نظر دورائی یہ ایک شاندار کمرہ جس میں ایک کھڑکی تھی جسے کافی کوشش کی کھولنے کی لیکن ناکام ٹھہری۔ ساتھ ہی واشروم موجود تھا

کمرہ کی حالت اس بات کا پتا دے رہی تھی کے وہاں کافی عرصہ سے کسی ذی روح کا قیام تک نا ہوا ہو۔

عنایہ کا روح تک فنا ہوئی۔ خود کو دیکھتے ہی وہ بھاگتی ہوئی دروازہ زور سے بجانے لگی۔

لیکن بے سود ایسے جیسے اسے کوئی سن نا رہا ہو دن سے رات کب گزری اسے ہوش نا تھا۔

دروازہ بجا بجا کر اب تو ہاتھ بھی زخمی ہو چکے تھے۔

وہ سسکتی ہوئی ایک کونے میں بیٹھی تھی جب اندھیرے کمرے میں روشنی کی ایک لہر آئی تھی۔ سامنے وہی نوجوان کھانے لئے کھڑا تھا۔

کھانا کھا لو، وہ کھانے آگے رکھے جانے لگا۔ "

مجھے کچھ نہیں کھانا مجھے بس یہاں سے جانے دو پلیز میری مدد کر دو۔

دیکھو بی بی کھانا کھالو خاموشی سے اپنے مالک کی کسی بات سے انحراف کر سکتا اور جتنے جلدی بات مانوں گی شائد وہ تمہیں جلدی بخش دیں۔ وہ اتنی بات کہتا جیسے آیا تھا ویسے مڑ گیا۔

عنایہ کی جان تو زلزلوں کی ضد میں تھی۔

کتنا وقت بیتا کتنا نہیں اسے کچھ خبر نا تھی وہی بیڈ پر لیٹے وہ اپنا دوپٹہ اوپر اوڑھ گئی تھی اور نیند تو ننگے پاؤں چلتے کانٹوں پر بھی آجاتی ہے اور یہی حال اسکا تھا۔

وہ کمرہ کا دروازہ کھولتا شہانہ انداز میں قدم اٹھاتا کمریں میں پڑی واحد چارپائی کے پاس کھڑا ہوا۔

گرمی میں چادر سے سانس لینا مشکل ہوا تو نیند میں ہاتھ جھلاتے وہ چہرہ سے چادر ہٹا گئی۔

سردار وجدان پسینے سے چمکتی بوندوں کو دیکھا جو اسکے چہرے پر کسی ہیرے کا گمان کر رہی تھی۔

الگ دلکش منظر تھا وہ حسن پسند تھا اسے حسین چیزیں اپنی قید میں اچھی لگتی تھی۔

جیسے اسکی لڑکی چادر میں لپٹی حیادار آنکھیں۔ وہ تو صنف نازک کو دیکھنا تک گوارا نا کرتا لیکن آج کتنے پل بنا پلک جھپکائیں وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

نظر سامنے پڑے کھانے پر پڑی جو جوں کا توں پڑا تھا۔

اسنے شام ہی کھانے بجھواتے حکم دیا تھا کے بنا کسی نخرے کے کھانے کھائے۔

لیکن اس لڑکی نے اسکی حکم عدولی کر کے بہت بڑی غلطی کی جس کا شائد اسے خود بھی نہیں پتا تھا۔

اسے کھینچ کے اگلے ہی پل فرش پر کھڑا کیا۔

نیند سے جھولتی اسکے سینے سے جا لگی تھی۔اس اچانک افتاد پر وہ اپنی سنہری آنکھیں اور بڑی کر گئی تھی۔ براؤن بال کسی آبشار کی طرح گرے تھے اسکی خوشبو نے وجدان جیسے ہارٹ لیس شخص پل بھر میں جنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

چھوڑو مجھے یہ کیا بے ہودگی' وہ نازک سی جان پھر پھڑا ہی تو گئی اس مضبوط۔قلعے کے حصار میں۔

کھانا کیوں نہیں کھایا۔مقابل نے ایک بار چہرہ پر نظر دوڑائی جس پر انگلیوں کے نشان آب وتاب سے موجود تھے مقابل کی اسکی نازکی کا پتا دے رہی تھی۔

نہیں کھاؤ گی کیا کرو گے مارو گے مار دو مجھے بس جان چھوڑو میری اپنا پورے زور لگائے اسے خود سے دھکا دیا تھا۔

نانا ابھی کہاں ابھی تو بہت سی منزلیں باقی ہے اور تم نازک جان نے
میری بات نامان کر اپنے لیے کھودے گڑھے کو اور گہرا کر رہی ہو۔
ابھی وہ اسے کچھ کہتا کے کسی نے دروازہ بجایا تو وہ اسے ایک نظر دیکھتا
چلا گیا۔۔

شام کے سائے گہرے ہوئے آج اسے تیسرا دن تھا وہ شخص اس دن کے
بعد نہیں آیا تھا لیکن اسکا ڈر اسکے اندر کنڈلی مار کر بیٹھا تھا۔
نا کمریں میں لائٹ تھی سوائے ایک چھوٹی موم بتی کے۔
وہ روتی ہوئی ماں باپ کو یاد کر رہی تھی شائد وہ وہاں ہوتے تو اسے
ڈھونڈتے۔کون تھا اس کا جو اسکی تلاش کرتا۔
اپنے چہرے پر پڑتے کسی کے سخت ہاتھوں کا لمس کسی زہریلے سانپ کی
مانند۔لگا تھا۔

تم بہت خوبصورت ہو اور میں تمہارے ساتھ چند پل خوبصورت بنانا چاہتا ہو۔وجدان کی بات پر عنایہ کا ہاتھ اٹھا اور اسکے چہرے پر چھاپ چھوڑ چکا تھا۔

آئندہ ایسی بکواس سے پہلے یہ تھپڑ یاد۔رکھنا۔وجدان کا چہرہ پل میں سرخی چھلانے لگا تھا۔

رگیں تنی تھی اسکا غصہ جب ہاوی ہوتا تھا تو اسے پھر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

تم نے تھپڑ خود کیلیے جہنم کا رستہ بنایا ہے بالوں کی مٹھی میں دبوچے اسے خود کے بے حد قریب کیے غرایا تھا۔وہ تھر تھر کانپتی اسے دور ہونے کی جدوجہد کرنے لگی تھی

مقابل نے جھٹ سے اسکے کانپتے ہونٹوں کے گرفت میں لیتے اسکی سانسوں پی گیا تھا۔

وہ واسطے منتے معافیاں کچھ کام نا آئی اس پر تو جیسے ہوس سوار تھی وہ پل میں اسکی عزت اسکی زات کا غرور مان۔ سب روند چکا تھا۔

اسکے جسم کا ہر حصہ اسکی حیوانیت داستان سنا۔ رہا تھا۔

وجدان کی آنکھ کھلی تو اسے دیکھا جو بے سود سی چھت کو گھور رہی تھی۔

یہ ناٹک کیوں کر رہی ہو اتنی کوئی بڑی بات نہیں ہے تمہں اسکی اچھی خاصی رقم دو گا تمہار منہ بند۔ کرنے ہاں اگر کھولنے کی کوشش کی تو میٹرے طریقے سے اب تم انجان نہیں ہو۔ اسکی خاموشی برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔

میری دعا ہے کے کوئی تمہاری بہن کی عزت کو نوچ کے اسکے ہاتھوں کو نوٹوں سے بھر دے۔

وہ اپنا کرتا پہنتا دروازہ کی طرف پہچا تھا مقابل کی بات اسے تیر کی طرح پیوست ہوئی تھی

کیا کہا مجھے بد عادو گی او قات کیا ہے تمہاری میرے سامنے تم میرے پاؤں کی دھول کے برابر ہو۔ چہرہ شدید سرخ تھا جیسے اسے زندہ جلا دیں گا۔

اور یہی خاک جب آنکھوں میں پڑتی ہے تو تم جیسوں کو منہ کے بل بھی گرا دیتی ہے۔ وہ اسکی سرد آنکھوں میں دیکھتی پل میں لاجواب کر چکی تھی۔

تمہاری اکڑ ختم نہیں ہوئی ابھی تک جو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرات کی تم نے 'کمر میں ہاتھ ڈالے اس خود کے قریب کرتا پھنکارہ تھا مقابل بنا خوف و خطر کے اپنے چہرہ کا رخ موڑ گئی

۔

کیسے ہمت کی مجھ سے رخ بدلنے کی تم مجھ سے نظریں ہٹاؤ میں اس ہر شے کو ہی ختم کردو جن کو میرے علاوہ تم دیکھوگئی۔ چہرہ کا رخ اپنی جانب کرتا عجیب جنونیت بھری آواز میں بولا۔

تم ہو کون تمہاری اوقات میرے سامنے ایک ہوس پرست ایک ریپسٹ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے ہاتھ مت لگایا کرو مجھے تمہارے گندے ہاتھ مجھے چھو کر ناپاک کر رہے ہیں مقابل کے الفاظ اسکے سینے پر برچھی کی طرح لگے تھے۔

میرے چھونے سے تم ناپاک ہوتی ہو اب ساری زندگی اسی وجود کا لمس تم جسم پر کسی بچھو کی طرح رینگتا محسوس کرو گی اور سوائے پھپھڑانے کے تم کچھ نہیں کر سکو گی۔

اسی زور سے زمین پر دھکا دیتا باہر کی جانب نکل گیا۔

اپنے بازوں اور گردن پر انگلیوں کے نشان وہ کھر وچ کھر وچ جیسے اس لمس کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

بند دروازہ کھولے دو عورتیں داخل ہوئی جن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے تھال جنہیں سرخ کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا وہ آکر سامنے رکھے۔

بی بی یہ آپ کے کپڑے اور زیور ہے آپ جلدی سے کپڑے بدل صاحب نے بولا ہے اگلے آدھے گھنٹے میں باہر ہو آپ۔ بڑی عورت کی عمر جو اسکے سامنے بھی چہرے پر چدر کو گھونگٹ کی طرح لئے ہوئے تھی ۔کسی ری بوٹک انداز میں بولی۔

تم لوگ پاگل دفعہ ہو جاؤ یہ سامان لیکر اتنے مالک کو بولنا تم خود پہن لو اسے ایسی حرکتیں جچیں گی۔ سردار جو کمرے سے گزر رہا تھا اسکی بات پہ جیسے جسم کا سارا خون چہرہ سمٹ آیا تھا۔

جاؤ تم دونوں۔اسکی دھاڑ جہاں عینا تھمی تھی وہی وہ دونوں پل میں نظروں سے اوجھل ہوئی تھی۔

وہ قدم قدم چلتا اسکے قریب آیا تو عینا اپنی سنہری آنکھوں میں خوف لئے اس سے پیچھے قدم کئے۔

چادر کو مضبوطی سے تھامے وہ جیسے خوف کو زائل کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

چھوڑو مجھے چھوڑو۔اپنی چادر کو زمین پر گرتے دیکھ کر کل کا سارا منظر پھر آنکھوں کے سامنے آیا دل جیسے خون کے آنسو رو رہا تھا۔

تم مجھے جانتی نہیں ہو اسلیے میری ہر بات سے انکار کر کے تم۔خود کیلے سزا بڑھاتی ہو۔۔

یہ کیا کر رہے ہو دور رہو۔اپنے کندھے سر کتی اسکی سخت محسوس کرتے وہ جھٹپٹاتی اسے دور کرنے لگی۔

تمہارلباس بدل رہاہو تمہیں اچھالگتاہے نامیری قربت میں رہنا تبھی تم

ہرپل میری باتوں سے انحراف کرکے مجھے خود کی طرف مائل کرتی

ہو۔ہاتھ ہنوز قمیض کی ڈوریوں میں الجھے تھے جنہیں وہ پل کھینچ کرتوڑ

چکاتھا۔

قمیض اگلے ہی پل ڈھیلی ہوتی کے عینا خود اسکی نظروں سے چھپایا۔

خدا کیلے جاؤ کیوں میری ذات کا تماشہ بناکے بے مول کررہے ہو میں

پہنتی ہو ڈریس بس جاؤ تم۔اتنی بے بسی پر جی بھر کے رونا آرہا تھا۔

مقابل جو بے خودی کے عالم میں دیکھ کر تھا اسکی بات جی بھر کر بد مزا ہوا

تھا۔

اا گرتم۔آدھے گھنٹے نکاح کیلے ناپہچی تو اس گھر میں موجود۔سارے

نوکر تمہاری وجہ سے اتنی جان سے جائیں گے۔مقابل کو اسکی ہمدردی

اور احساس طبعیت کا باخوبی پتا تھا جس کا بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

وہ سر جھکا کر ہاں میں سر ہلاتی قدم گھسٹتی ہوئی واشروم میں داخل ہو گئ۔

وہ باہر نکلی تو وجدان نے سر پر ٹکائے دوپٹہ کو کھینچ کر گھونگٹ کی طرح اوڑھا اور ہاتھ پکڑے باہر نکلا

۔۔

عینا رئیس ولد محمد رئیس آپ کا نکاح وجدان دستگیر ولد شمشیر دستگیر سے بعوض دو کروڑ روپیہ حق مہر کیا جاتا ہے کیا آپکو قبول ہے۔

دل چاہا ابھی خود غرض بن جائے اور انکار کر دیں لیکن اتنے باپ کی عمر کے نوکروں کے سر جھکائے کھڑے دیکھ دل میں درد ہوا تھا۔

مولوی کے تیسری بار کہنے پر جب عینا نا بولی تو وجدان نے پاس بیٹھے کمر دبوچی اچانک ہوا اس میں لوٹتی وہ گھونگٹ کی آر میں ایک نظر اس سفاک دشمن کو دیکھے سر ہلایا۔

اسکے ہاں پر وجدان کے چہرہ پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ چھائی جیسے کسی شے کے وجود کو ختم کرنا ہو۔ہاں وہ کر چکا تھا۔

وہ دوستوں سے مبارک وصول کرتا وہاں سے بھیجتا صوفہ پر بیٹھی منکوحہ کے پاس پہچا جس کے جسم کی کپکپاہت اسکے خوف کا پتہ دے رہی تھی۔اور یہی بات اس انازادے کو اندر تک سرشار کر رہی تھی۔

اب سے تم تمہاری سوچ تمہاری ہر بات صرف مجھ پر سے شروع ہو کر مجھ پر ختم ہو گئی آخر شوہر ہو تمہارا۔اسکے چہرے سے پردہ ہٹاتا اسکی کان

کی لو اپنی انگلیوں میں مسلتا اسے ذو معنی انداز میں بہت کچھ باور کروا چکا

تھا۔

ہمیشہ خوش رہو۔ وہاں موجود ایک عورت نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا

روح کی دھجیاں بکھیر کے کہہ رہے ہے ہمیشہ خوش رہو "وہ سر جھٹک "

کر رہ گئی

عزتوں کے لٹیرے کبھی محافظ نہیں بنا کرتے سردار وجدان یہ رشتہ

نہیں ایک سودا ہے اسکے سوا کچھ نہیں۔ اسے خود سے دور کرتی ہوتی

بولی۔

کہاں لیکر جا رہے ہو چھوڑو مجھے۔ اسے اپنے بازوں کھینچتے پر وہ تکلیف سی

اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اپنے ڈرامہ کہیں اور کری ایٹ کرنا اور یہ جو اتنا خوف ہے ختم کر لو کیونکہ ایک بار استعمال کی گئی چیز دوبارہ میں استعمال نہیں کرتا۔ کس قدر تزلیل کی تھی اسنے کے اہانت سے عینا کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔

وہ اسے فرنٹ سیٹ پر پٹختا خود ڈرایونگ سیٹ سنبھالی۔

وہ باغات کے پاس بنا ایک خوبصورت سا فارم ہاؤس تھا جہاں اسے لایا گیا تھا۔

سکینہ ،وجدان کی آواز کی پر ایک بڑی عمر کی عورت جلدی سے پہنچی۔

جی مالک۔ اسنے مالک کے ساتھ کھڑی لڑکی کو حیرانگی سے دیکھا لیکن پھر نظریں نیچے کر گئی۔

یہ لڑکی میں آپکی ذمہ داری پر چھوڑ کر جا رہا ہو خیال رکھے گا اور تم یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا بھی مت ورنہ اپنا حشر تم سے دیکھا نہیں جائے گا۔

وہ اسے وارننگ دیتا واپس مڑا تھا۔

تم مجھے دھمکی دے رہیں ہو" وہ جس معصومیت سے بولی تھی کے "

وجدان جیسا پتھر دل بھی اسے دیکھ کر رہ گیا۔

دھمکی نہیں نصیحت ہے کیونکہ اگر کچھ ایسا کرنے کو شش کی تو تمہیں " تکلیفیں برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا" وہ جو ابھی سنبھلی نہیں تھی کے وہ ماتھے پر بوسہ دیتا یہ جا وہ جا۔

اتنے ماتھے پر اسکا لمس اسے جیسے کسی سانپ کی طرح رینگتا محسوس ہو رہا تھا اپنے ہاتھوں سے ماتھے کو کھرچ رہی تھی۔

سکینہ بے چاری تو افسوس سے دیکھ کر رہ گئی۔

بے چاری لگتا ہے پاگل ہے۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ڈریسنگ کے بیٹھی وہ خود کا بناؤ سنگھار کر رہی تھی۔

وہ عمر میں کافی بڑی تھی چہرہ کی جھر میاں میک اپ کی تہہ بھی چھپا نہیں پا رہی تھی

سائیں آپ آگیے" وہ بھاگتی اس تک پہنچی۔"

نہیں میری روح کھڑی ہے اور آپ پلیز یہ ذرا اپنے چہرہ سے یہ لیپا" تھوپی ہٹالیں عجیب سے الجھن ہوتی ہے دیکھ کر" وہ تو ڈریس بدلنے جا چکا تھا لیکن پیچھے وہ اپنی چار گھنٹوں کی محنت پر آنسو بہانے کے کچھ نا کر سکی۔

وہ نائمہ وجدان تھی سردار وجدان کی بیوی وہ پینتیس سال کی تھی۔ان دونوں کی شادی جس وقت ہوئی تھی اس وقت سردار وجدان کی عمر اٹھارہ سال اور وہ پچیس سال کی تھی۔عمر میں بڑھی ہونے کی وجہ سے اسکا کافی روب اور دبدبہ تھا اپنے سسرال میں لیکن اب وجدان عمر کے اس حصے میں تھا کے وہ اب اس کے روب میں آتا نہیں تھا۔

فون کی رنگ پر ایک نظر باہر کی طف ڈالے کال اٹھائی لیکن سامنے ملنے والی خبر نے تو جیسے آنکھوں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔۔
گاڑی فارم ہاؤس کی طرف موڑو۔ڈرائیور کو مقابل کی سرد آنکھوں سے خوف آیا تھا۔
وہ بامشکل سر ہلاتا گاڑی موڑ چکا تھا۔

وجدان نے ماتھے کو مسئلہ پانچ دن مسلسل کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اس پر دیھان نہیں دے سکا۔

کیا ہوا؟ گاڑی روکنے پر وہ خیالوں سے نکلا۔

سائیں وہ گاڑی کے سامنے کوئی آیا گیا ہے میں دیکھتا ہو۔ڈرائیور جلدی سے نکلا۔

وہ اسکے پاس پہچتا اس چھوتا کے وجدان نے کلائی جکڑتے سے دور ہٹایا۔

اپنا رخ موڑو۔ وہ جو چیخا تھا کے اسکی چیخ کی گونج چاروں طرف گونجی تھی۔

ہوش سے بیگانہ پڑی اپنی بیوی کو دیکھا جو بنا کسی چادر کے تھی پتا نہیں کتنے لوگ اسے ایسی حالت میں دیکھا ہو گا اپنی چادر سے اسے لیپٹتا گود میں اٹھائے گاڑی میں بیٹھا اسکا سر اپنی گود میں رکھتا کے وہ دونوں بازوں

اسکی کمر میں ڈالتی اسے مضبوطی سے پکڑے اسکے سینے میں چہرہ گھسا گئی تھی۔

اسکی حرکت پر حق دق رہ گیا تھا دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔اسکی خوشبو الگ تھی اپنی زندگی میں لگائے جانے والے ہر پرفیوم کی خوشبو سے الگ۔

...

تم لوگ کس کام کے ہو اگر تم لوگ اسکی حفاظت نہیں کر سکے سزا تو بنتی ہے۔حماد باہر جتنے گارڈ کل مجھے وہ سب اپنے ڈیرے پر چاہیے۔

اور گھر کے اندر موجود کام کرنے والی ساری عورتیں پورا ہفتہ سوائے صحن کی صفائی کے کوئی کام نہیں کرے گی۔اور اپنے پالتو پورا ہفتہ کھلے رہنے چاہیے۔

سب کی ٹانگیں خوف سے کپکپائی تھی

لیکن معافی کسی کو نہیں ملی تھی کیونکہ اسکی ڈکشنری میں معافی لفظ موجود نہیں تھا۔

انہیں سزا دیتا وہ کمرے میں داخل ہوا جہاں ہوش میں آتی اس خوف بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

کیوں گئی تھی باہر پتا ہے کیسے درندہ موجود ہے کچھ ہو جاتا تو۔ بالوں کی چوٹی سے پکڑے اسے مقابل کرتا شر بار نگاہوں سے دیکھتا بولا۔

تو کیا ہو جاتا فرق کیا تم میں اور ان لوگوں تم بھی انہی جیسے ہو۔ وجدان نے کھینچ کر تھپڑ مارا تھا کے ہونٹوں سے خون رسنے لگا تھا۔

سچ کڑوا ہوتا ہے سردار وجدان یقینا تمہیں پتا چل گیا ہوگا۔

لیکن وہ بجائے جواب دینے کے فروٹ باسکٹ سے چھری اٹھا کے لایا۔ قدم قدم چلتا وہ اسکے مد مقابل آیا تھا

کیا کر رہے ہو پیچھے ہٹو۔اسے اپنے پیروں کے پاس چھڑی لاتے دیکھ کر
وہ پاوں سمیٹنے لگی لیکن مقابل نے ایسے ہونے نہیں دیا تھا۔

انوی پاؤں سے بھاگی تھی ناتم۔وہ چھری سے پاؤں کے تلوؤں کے
ٹریس کر رہا تھا اسکی جنونی اندازا اسے خوف آیا تھا
ممم میں نہ نہی کک ک روگی ایسا چھوڑ دو۔
آہ اپنے پاؤں پر چھڑی سے لگتی ضرب سے وہ چیخ اٹھی لیکن مقابل نے بنا
اسکی مزاحمت پر نظر ڈالے دوسرے پاؤں پر وہی عمل دہرایا تھا۔
تکلیف کی شدت اس قدر تھی کے وہ پل میں بے ہوش ہو چکی تھی۔
اسے بے ہوش ہوتے دیکھ کر چھری کو رکھتا جلدی سے ڈاکٹر کو کال کی۔
مجھے پتا ہے یہ غلط ہے لیکن اگر میں آج تمہیں سزا نا دیتا تو تم دوبارہ سے
یہی حرکت کرتی۔اسکے چہرہ پر مٹے مٹے نشان دیکھتا تاسف سے کہا

تم نے دیکھا ہے کبھی درد کا مارا چہرا
آؤ دیکھو نا کبھی یار ہمارا چہرہ

مجھ سے ٹوٹے ہوئے شیشے نے کہا تھا اک دن
?... کتنا ملتا ہے نا مجھ سے یہ تمہارا چہرہ

.

میں نے ان کی ڈریسنگ کر دی ہے لیکن یہ کیا کس نے پتا نہیں کیسے جانور

۔

حماد زرا ڈاکٹر کو خیال سے باہر چھوڑ کر آؤ۔ وہ اپنی بات مکمل کرتی کے وجدان نے اسے باہر کی طرف کا اشارہ کیا تو ڈاکٹر کا سبکی کے احساس سے چہرہ سرخ ہوا تھا۔

میں خود چلی جاؤ گی۔ لیکن حماد نے آگے ہو کر اسکے ہاتھ سے فرسٹ ایڈ کٹ لے لی۔ حماد کو اس بے چاری ڈاکٹر پر رحم آیا تھا جسکی زبان غلط جگہ پھسلی تھی۔

وہ سامنے صوفے پر بیٹھا اسے دیکھنے لگا جسکے چہرہ کی معصومیت جوں کی تو تھی۔ البتہ سانولے رنگ میں زردیاں گھلی تھی۔

وہ اٹھتا وہی بیڈ کے قیریب چہرہ پر جھک کے دیکھے گیا پتا نہیں کیوں وہ بے بس ہو جاتا تھا اسکا چہرہ دیکھ کے ایک معمولی سی لڑکی اور کہاں وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا جانا مانا نام۔

اپنی انگلیوں سے اسکی بھیگی پلکوں کو چھوا انگلی سے وہ جیسے اسکے سارے

چہرہ کو ٹریس کر رہا تھا وہ اسوقت بھول چکا تھا۔ کے وہ کیا کر رہا ہے۔

ان روئی جیسے گالوں پر نظر پڑتے ہی وہ جھکتا کے اگلے ہی پل اسکے دھکا

دینے پر وہ لڑکھرایا تھا لیکن بامشکل وہ خود کو سنبھال پایا۔

وہ ہوش میں آتی اپنے قریب وہی خوشبو محسوس کر کے آنکھیں کھولی

جہاں وہ ستمگر قریب تر کھڑا تھا۔

ہمت کیسے ہوئی مجھے دھکا دینے کی۔ بالوں کو گدی سے دبوچے ایک ہاتھ

کی گرفت نازک بازوں پر تھی۔

مجھے نہیں معلوم تھا سردار وجدان اپنا تھوکا چاٹتا ہے اس دن تو بہت بول

رہے تھے کے استعمال چیزوں کو دوبارہ استعمال نہیں کرتے یا پھر میں

سمجھو تم مرد ہی نہیں کیونکہ ایک مرد اپنی زبان سے کبھی نہیں ہٹتا۔

وہ نہیں جانتی تھی۔وہ اپنے الفاظوں سے وہ دوبارہ سوئے جانور کو جگا رہی ہے۔اپنے بال اسکی بے رحمانہ گرفت جڑوں سے ٹوٹتے محسوس ہو رہے تھے

او ڈارلنگ تم چیز کہاں ہو تم تو ضرورت کا سامان ہو جس سے جب میرا دل چاہے گا دل بہلاؤ گا۔اسکی آنکھوں میں نمی اور بے بسی دیکھ کر وہ تنزیہ ہنسی لبو پر آئی تھی۔

خدا کے لئے نہیں دور رہو درندہ مجھ۔اسکی گرفت میں مچلتی اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

جو بنا اسکی بدعاؤں کو توجہ دییے اسکا دوپٹہ کھینچ کے اتار چکا تھا۔

اسکی ہونٹوں کو اپنی جارحانہ گرفت میں لیتا اسکی سانسیں خود میں انڈیل رہا تھا وہ جتنی مزاحمت کرتی مقابل کا لمس اسے اس بڑھ کر درد سے روشناس کرواتا۔

خدا کرے تم مر جاؤ یا اللہ مجھے موت دے دیں۔اپنے شولڈر سے شرٹ ہٹتے دیکھ کر وہ آنکھیں بند کیے بدعائیں دیے جا رہی تھی پاؤں سے احتجاج کرنے سے زخم دوبارہ سے خون نکلنا شروع ہو چکا تھا۔
مقابل نے چہرے اٹھائے دیکھا جہاں آنسو سے تر چہرہ دل پر جیسے کسی نے بھاری سل رکھی تھی۔
وہ خود کو سنبھالتا روم میں بنا دیکھے باہر نکل گیا۔

رو رو کر وہ اپنا حشر بگاڑ چکی تھی اسے اپنا اتنا بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آ رہا تھا جسکی اتنی بڑی سزا ملی تھی تبھی دروازہ پر ہونے والی نوک پر سر اٹھایا جہاں ایک اسکی عمر کے لگ بھگ لڑکی کھڑی تھی۔

اسکے آنے کے اشارہ پر وہ کمرے میں داخل ہوئی اور خاموشی سے پاؤں کی پٹی کرنے لگی مقابل نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔

کیونکہ اسے معلوم تھا وہ کسی قیمت پر اس سے اپنی منوا لیتا تھا۔

آپکو پتا ہے بی بی جی میری ماں کہتی ہے عورت کو سب سے زیادہ خوف اسکی عزت کو محفوظ رکھنے کا ہوتا ہے بڑا مت ماننیے گا بی بی جب وہ خوف ہی ختم ہو چکا ہو تو۔اسکے لفظوں پر چونکی تھی جو اپنی بات کہتی پٹی کر کے اٹھ گئی۔

صحیح تو کہہ رہی تھی کس چیز کا خوف ہے مجھے جو اس انسان سے ڈر رہی ہو تم نے جو کرنا تھا سردار وجدان تم کر چکے۔اب تمہیں عینا رئیس بتائے گی جب عورت اپنی پر آتی ہے تو اپنا بھیس بدل کر اپنے شوہر کو

دوبارہ عاشق بناڈالے۔آئینہ کے سامنے کھڑی جیسے وہ خود سے مخاطب تھی۔

اب جتنا رونا تھا رو چکی اب رولانے کی باری ہے دیکھنا تمہیں گھٹنوں کے بل نا گرایہ تو تم میرا نام بدل دینا۔اور جب عورت بدلے پر اترتی ہے تو نسلے برباد کر دیتی ہے۔

۔۔۔۔۔۔

حماد۔وہ جب سے وہاں سے آیا تھا ایک بے چینی سی تھی سگریٹ سگریٹ پیے جا رہا تھا۔

جی مالک۔۔

جب ہم دونوں ہو تو بہتر ہے تم مجھے میرے نام سے بلایا کرو۔اپنی سگریٹ کو پاؤں میں مسلتا کھڑا ہوا تھا

حماد مجھے سکون نہیں مل رہا جو سکون مجھے اسکے پاس ملتا ہے ایسا کیوں ہو رہا میرے ساتھ عجیب سی بے چینی۔ وہ واقعہ خود کے احساسات سے ناوقف تھا۔

جب ناحق کسی کو ایذا پہچائے گے تو ایسا ہی ہو گا مالک گستاخی معاف بے شک آپ بڑے لوگ ہے تو کیا بڑے لوگ کسی عزتوں کو بنا کسی وجہ کے پامال کرتے ہیں؟

آج پہلی بار وہ سوال کر رہا تھا جس کا جواب اسکے پاس نہیں تھا۔

ابھی وہ کچھ بولتا کے کال آنے پر متوجہ ہوا۔

ہاں بولو۔

وہ صاحب بی بی جی بول رہی انہیں شاپنگ پر جانا ہے

What do you mean?

' کیا اسکا دماغ تو نہیں خراب

صاحب بی بی جی سی کیا بولوں۔اسے خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ سے بولی۔

تم رہنے دو میں خود آ کر دیکھتا ہو تمہاری بی بی جی کو اور پٹی کر دی تھی۔

جی مالک۔

وہ ریش ڈرائیونگ کرتا فارم ہاؤس پہچا۔۔

تو سامنے وہ لیٹنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔اسے دیکھتے ہی وہ جلدی سے اٹھی تھی۔

جلدی بازی میں پاؤں پر وزن پڑنے سے سسکاری سی نکلی جسے نکلنے سے پہلے وہ ہونٹوں میں ہی دبا گی۔

اسکا خوف دل میں پنجے گاڑ چکا تھا۔

تم نے شاپنگ کرنی ہے تو چلو میں چلتا ہو۔اس خود سے خوف زدہ پا کر وہ بنا اسکے قریب ہوئے صوفہ پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بلیک ٹی شرٹ میں میں پورے کمرے میں پر وقار سا لگا تھا۔

اگر مقابل اسے عام حالات میں ملا ہوتا تو وہ اپنی قسمت پر نازاں ہوتی۔

میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤ گی وہ کل لڑکی آئی تھی جو اسکے ساتھ جاؤ گی۔

آپ بولو مجھے وہ اسکی درشتگی سے کاٹتا چلتا ہوا اسکے مقابل آیا تھا۔

نہیں بولو گی۔ویسے بھی گون ٹیک تو سنا ہو گا نا جو دو گے وہی ملیں گا۔وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں ضدی انداز میں بولی تھی۔

لیکن مقابل نے بغیر جواب دیئے کمر سے کھینچ کر اسے اپنے سینے کا حصہ بنایا تھا ڈر خوف کے مارے وہ کانپتی ٹانگوں اور کپکپاتے ہاتھوں سے اسے دور ہٹانے لگی۔

نہیں بولوں گی۔ گردن۔ پر ہا پنے دانت گاڑتے ہوئے پھنکارا تھا۔

نہیں بولو گی مار دو مجھے جان سے بے شک اپنی پلکوں کو زور سے جھپکاتی آنسو روکنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی جو اس ستمگر کی وجہ سے آئے تھے۔

گردن پر جگہ جگہ کاٹنے کے نشان بن چکے تھے لیکن وہ بنا اف کئے کھڑی تھی آج وہ اپنے ضبط کی انتہا دیکھنا چاہتی تھی۔

بہت ضدی ہو تم۔ وہ اسے ایک جھٹکے سے کسی اچھوت کی طرح دور پھینکا تھا

آخر بیوی کس کی ہو میر پسلی سے بنی ہو ٹیڑھی تو ہو گئی۔ اسے اوپر سے نیچے گہری نظروں سے گھورتا بولا۔ جو سرد سپاٹ سی نظریں دیوار پر مرکوز کئے کھڑی تھی۔

خدا سے ڈر نہیں لگتا تمہیں کسی کی عزت کو پیر و میں روند کے تمہیں خوف نہیں آتا تم جیسے گھٹیا درندہ ہوس پرست انسان نہیں دیکھا میں نے۔وہ گریبان پکڑے شدت سے چیخی تھی۔

آج تک میرے باپ کی ہمت نہیں ہوئی کے وہ میرے گریبان پر ہاتھ ڈالے تو تمہاری کیا اوقات ہے۔اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنی ایک کلائی میں پکڑتا اسے فریش پر گھسٹتا لیکر جا رہا تھا۔

اسکی چیخوں پکار کسی نوکر نے سر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی ایسے جیسے وہاں کچھ ہو ہی نا رہا ہو۔

چھوڑو خدا غارت کریں تم وحشی کو۔بال سارے بکھرے پڑے تھے ملجھا لباس جو شائد کتنے دن سے جسم پر تھا پاؤں کے زخم سے خون رس رہا تھا۔

اگر وہاں کوئی عام انسان ہوتا تو شائد اسکی حالت پر ترس کھاتا وہ تو جیسے اپنی انا میں سب بھلا گیا تھا۔

اسے گھسیٹتے ایک کال کوٹھری میں دھکا دیا تھا۔

اب رہو یہاں جب تک تمہارے دماغ سے غلاظت دھل نہیں جاتی۔

وہ ابھی دروازہ کی طرف بھاگتی پاؤں کے پاس کچھ رینگتا محسوس کر کے نظریں زمین پر ٹکائی تو سامنے سانپ اور مختلف قسم کیڑے مکوڑے جو پاؤں پر چڑھ رہے تھے۔

وہ چیختی ہوئی بند دروازہ بجانے لگی لیکن بے سود کوئی جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔

یااللہ وہ کونسا گناہ ہو گیا ہے مجھ سے جسکی اتنی بڑی سزا مل رہی ہے یااللہ میر مدد فرما اس جہنم ۔سے دور فرما۔ وہ دعا کرتی کے اگلے ہی پل یاد آیا اسے یاد نہیں پڑتا کے اسنے کبھی نماز پڑھی کبھی اللہ کو پکارا ہو۔

لیکن آج اپنی کتاہیاں اسے باخوبی یاد آ رہی تھی۔

آہ۔اپنے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ رکھے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹے وہ اس سانپ کو دیکھ رہی تھی جو بالکل سامنے تھا۔

یااللہ بس ایک لفظ کا ورد کیے جا رہی تھی

آپ نے مجھے یہاں یہ سب دیکھانے کیلیے بلایا۔وہ اس پر ایک نگاہ ڈالے بنا رخ موڑ گیا ج. باریک سی نائٹی پہنے کھڑی تھی۔

سائیں آپ میرے شوہر اب یہ سب آب کے لیے نہیں کرو گی تو کس کیلیے کرو گی۔بہت چاہتی ہو آپ کو وہ پیچھے کس کر ہگ کر بولی۔

اسے بازوں سے کھینچ کر خود کے سامنے کیا۔

میر سامنے خود۔کو یہ نمائش بنانے کی ضرورت نہیں آپ ہی تھی وہ جو میرے گھر والوں پر دباؤ ڈال کے ایک اٹھارہ سالہ لڑکے نکاح پڑھاوایا

تھا۔مجھے آپ میں کوئی دلچسپی نہیں۔وہ کہتا جاچکا تھا لیکن وہ وہی کھڑی تھی۔اسے پتا اسکے سسر پھر سے وجدان کو دوسری شاڈی کیلے اکسائے گے اولاد کیلیے۔وہ اس اپنے حسن سے خود کی طرف راغب کرنا چاہتی تاکے وہ دور نا ہو۔

لیکن وہ قریب تھا کب جو دور ہوتا

میں نے ہزار دفعہ بولا بابا جان میں نے دوسری شادی نہیں کرنی اگر کرنی ہوئی تو اپنی مرضی سے کروگا۔۔

جہاں اسکی پہلی بات پر نائمہ خوش ہوئی تھی وہی دوسری بات نے ساری خوشی پر اوس ڈالی تھی۔۔

وجدان تمھیں سمجھ نہیں آرہی ہم اپنے پوتے پوتیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں سردار تم باہر والوں کیلیے میرے تم بیٹے ہو اور باپ کی ماننا بیٹے کا فرض ہوتا ہے۔۔

ان کے لفظوں کے جال سے بخوبی واقف تھا ایک نظر اپنے باپ اور چچا پر ڈالے اسنے مٹھیاں بھینچی۔

گستاخی معاف بابا جان لیکن یہ حق آپ اسوقت کھو چکے ہیں جب آپ نے اٹھارہ وجدان کے سر بندوق رکھ کر نکاح کروایا تھا۔اب یہاں کھڑا سردار وجدان ہے جسے فیصلے کرنے کیلیے اجازت کی ضرورت نہیں ۔اسکی سرد آواز پر جیسے پل بھر پوری حویلی سناٹا چھایا تھا۔

تم جانتے کس سے بات کر رہے ہو اور ہم تمہیں کیسی سزا دے گے

۔انہیں اپنا فرمانبردار بیٹا کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

اب سزا بھی انوکھی ہونی چاہیے بابا جان کیونکہ پہلی والی تو چھوٹے بچوں والی۔وہ اپنی بات سے انہیں سلگاتا جا چکا تھا۔

باقی سب نے ایک دوسرے کے چہرہ دیکھے تھے۔ان میں سب سے زیادہ خوش نائمہ تھی وہ پورے سسرال میں ڈرتی بھی اپنے سسر سے تھی باقی سب پر تو وہ کافی روب جماتی تھی۔

۔۔۔۔

ڈیرے کے مسئلے مسائل دیکھتا کتنا ٹائم گزرا پتا نہیں چلا گھڑی پر ٹائم دیکھا جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

وہ سب باتوں میں عینا کو دماغ سے مخفی کر چکا تھا۔

گھر سے آنے والی کال کی وجہ سے وہ جو اسے کچھ ٹائم سبق سکھا نکالنے والا تھا وہ بھول چکا تھا۔

ابھی گاڑی میں بیٹھا سب سوچیں دماغ سے ہٹی تو وہ براجمان ہوئی تھی جسکا عکس وہ ہر سیکنڈ دماغ سے جھٹلاتا تھا۔

لیکن اگلے ہی پل شام۔ کا واقعہ دماغ میں گونجا۔ شدید اضطراب میں ڈرائیور کو گاڑی تیز چلانے کا حکم دیتا وہاں موجود نوکرانی کو کال ملانے لگا ۔جو نا اٹھانے کی قسم کھا چکی تھی۔

اتنی غلطی کا شدید احساس ہوا تھا۔

آپ دل جُوئی کی زحمت نہ اٹھائیں ،جائیں

رو کے بیٹھا ہوں' نہ اب اور رُلائیں ،جائیں

حُجرہ ء چشم تُو اوروں کے لیے بند کِیا
آپ تو مالک و مختار ہیں' آئیں ۔۔جائیں

اور بھی آئے تھے درمانِ مَحبّت لے کر
آپ بھی آئیں، کوئی زخم لگائیں، جائیں

عینا کو آج اس ظالم کی بے حسی پر دل تڑپ گیا تھا وہ سفاک تھا اور ہر بار اتنی سفاکی سے اسے پہلے سے بڑھ کر درد دیتا خوف اور ڈر کے دل کی دھڑکنیں معمول سے تیز ہوئی تھی۔
آہستہ دماغ جیسے ہر شے سے بے خبر ہونے لگا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا۔ لیکن اگلے ہی پل چہرہ پر مردانہ ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا تھا۔

اور جسے نادیکھنے کی خواہش کر رہی تھی وہ بڑی فکر مندی سے اسکا چہرہ تھتھپا رہا تھا۔

اسے اپنی گود میں اٹھاتا دورنے کے انداز میں چلتا ہوا اسے بیڈ پر لٹایا۔

پاس بیٹھے اسکے ہٹھنڈے پڑتے وجود کو دیکھتے ہوئے اسکے ہاتھوں اور پاؤں کی ہتھیلیاں مسل رہا تھا۔

سائیں آپ رہنے دیں میں دیکھتی ہو۔وہ چھوٹی سی لڑکی اتنے سردار کی حرکت پر حق دق رہ گئی تھی کہاں وہ اپنے پاؤں میں پڑی قیمتی سے قیمتی شے کو ٹھوکر مار دیتا تھا کے کہیں جھکنا ناپڑیں آج ایک لڑکی کے قدموں میں بٹھا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

پاس اُنے کی ضرورت نہیں ہے کب سی ڈاکٹر کا بولا ہے آئی کیوں نہیں ۔وہ پریشانی کے عالم میں اسکے ٹھنڈے پڑتے وجود کو دیکھتا سرد آواز میں گرجا تھا۔

اسکی آواز سے ڈر کے وہ دونوں اچھلی۔

جی سائیں وہ حماد لینے گیا ہوا ہے۔وہ جلدی سے کہتی باہر نکلی مبادا کہیں گلا ہی نا دبا دے۔

ا۔۔۔۔

اتنی دیر کیوں لگادی۔

سائیں وہ اس دن والی ڈاکٹرنی بے چاری کی حالت خراب تھی اس لئے دوسری کو گھر سے لانے میں وقت لگا۔وہ دونوں باہر کھڑے بات کر رہے تھے کے ڈاکٹر باہر آئی۔

وہ سائیں وہ کسی خوف کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہے اوپر سے پسینے سے گیلے ہوئے کپڑے پہنائے آپنے انہیں اے سی ٹھنڈک میں رکھا اس لیے ان کا جسم سرد گرم ہو چکا ہے۔اوران کے سارے جسم میں پر کسی کیڑے وغیرہ کے کاٹنے کے نشان ہے تو میں کچھ آئونٹمنٹ بتادیتی ہو

آپ ان کے جسم پر لگوا لیجیے گا۔ میں نے انجیکشن لگا دیا ہے صبح تک ہوش آ جائے گا۔

ڈاکٹر کیونکہ اسے جانتی تھی اس لئے جلدی سے ساری بات کہہ ڈالی۔

تو اسنے سر ہلائے انہیں جانے کا اشارہ کرتا روم میں داخل ہوا۔

بہت غلط کر دیا ہے جانم اس دل نے آج پہلی بار خوف محسوس کیا ہے وہ بھی تمہارے مدھم دھڑکنوں کا سن کے تم کمزوری بن چکی سردار وجدان اور اس نے چند پل میں دغا دے دیا۔ وہ اسے اپنی ملکیت کی طرح دیکھ رہا تھا۔

پھر خیال آتے ہی الماری سے کپڑے نکالنے لگا لیکن یہ کیا وہاں تو اسکا کوئی لباس نہیں تھا۔ اور اس وقت وجدان شرمندگی کی انتہائیوں پر تھا دل کی دنیا کیا بدلی جیسے ہر شے خوبصورت لگنے لگی تھی۔

کبرڈ کا دوسرا رخ پلٹا تو اس میں ٹی شرٹ پری تھی اسے اٹھاتا ایک جینز نکالے رخ بیڈ کی جانب کیا جہاں اسکے دل کی دنیا کو پلٹ کر خود مزے سے سو رہی تھی۔

آگے ہوتا لائٹ آف کرتا آسانی سے اس چھوئی موئی وجود کو کے ساتھ لگاتا اس شرٹ پہنا گیا۔اسکا لباس بدلا لیکن وہ بے ہوشی میں جھولتی اسکی گردن سے جا لگی۔

گرم سانسیں سینے پر پڑتی سردار وجدان کا چہرہ سرخ ہوا تھا جوانی کے منہ زور جزبات کا تقاضہ تھا کے وہ بہکنے لگا۔

اسکی گردن سے حبال ہٹاتا ہولے سے ہونٹ ثبت کئے ایک بار دو بار پھر نجانے کتنی بار وہ گردن پر بوسوں کی برسات کرتا اسکی گردن اپنی بے باکیوں سے سرخ کر گیا تھا۔

اپنے اوپر طاری بے خودی کو سلاتا اسے بیڈ پر صحیح سے لیٹا۔ دروازہ نوک ہونے پر دروازہ کھولا تو سامنے نوکر کو میڈیسن لیے کھڑا پایا

۔۔۔۔۔

مجھے معاف کر دو جان وجدان بہت بڑا ہو نا میں تمہیں بہت تکلیف دی ہے تمہارا گنہگار ہو۔ اسکے زخم دیکھ کر آج پہلی بار دل خون کے آنسو رویا تھا۔

آنکھوں گوشے بھیگے تھے۔

اسکے سر پر نرمی سے بوسا دیا اور اٹھ کر اپنی قمیض اتار کر صوفے پر پھینکی کیونکہ وہ بنا قمیض اتار سو نہیں سکتا۔

بیڈ کے دوسری جانب آتا نرمی سے زخمی پاؤں پر ہونٹ رکھے جیسے اس زخم کی میسحائی کر رہا ہو۔

اسکے پاس پہنچتا رخ اسکی جانب کیا جہاں وہ اسکے لباس اور اسکی خوشبو بالکل اسکی اپنی لگی تھی۔

آہستہ اسکی کنز کے نیچے سے ہاتھ گزارتا اسے اپنے سینے کا حصہ بنایا تو اسطرح کھینچنے پر عینا کے ہونٹ ہولے سے گال سے ٹچ ہوئے۔

اسکے نرم روئی جیسے گداز ہونٹوں نے وجود میں ہل چلسے مچائی تھی۔

اسے دیکھتے ہوئے اسے ہنسی آئی جو ہونٹ نیم وا کے سکون سے سو رہی تھی۔اوہ پہلے پتا نہیں ایسے سوتی تھی یا وہ آج زیادہ توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

اپنی دونوں انگلیے سے اسکے ہونٹوں کو بند کیا کے وہ اپنی بے ہوشی میں ناک سکورتی دوبارہ سے ہونٹوں کو کھول گئ۔

اسکی حرکت پر وہ دل کھول کر پہلی بار قہقہ لگائے دل کھول کر ہنسا تھا لیکن نہیں بہت زیادہ خوشی بہت زیادہ غم لیکر آتی ہے۔

آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو جیسے پلکوں پر منوں بوجھ ڈال دیا گیا ہو وہ بامشکل چکراتے سر کو سنبھالتی اٹھنے لگی کے خود کو کسی کی قید میں جکڑے پایا۔

اپنی نظروں کا رخ بدلے دیکھا تو وجدان پورے کا پورا بوجھ اس پر ڈالے اسکی گردن میں منہ دیے اسے خود کے حصار میں لیے سو رہا تھا۔

عینا نے زور آزمائی سے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بلڈوزر تو ہٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا

ناجانے کونسا سستا نشا کیا ہوا جو جاگنے کا نام نہیں لے رہا۔ وہ اسے دور کرنے کی ناممکن سے کوشش کر رہی تھی ڈر پھر سے غالب آرہا تھا۔

اسے زور سے دھکا دیا تو وجدان جو پہلے سے ہی جاگا ہوا تھا اپنی گرفت ڈھیلی کی جس وہ بدک کر دور ہوتی بیڈ سے نیچے گرنے والی تھی۔

وجدان نے کمر میں ہاتھ ڈالے اسے گرنے سے محفوظ کیا۔

ہاتھ مت لگاؤ مجھے گرنے دیتے تمہارے ہاتھوں غلاظت سے تو بچتے۔

کمر سے ہاتھ ہٹاتی وہ غصہ سے غرائی۔

ہاتھ کیا مجھے تو تمہیں منہ لگانے کا پرمنٹ بھی حاصل ہے اگر چاہو تو۔ کمر سے ہاتھ ہٹاتا گردن میں ہاتھ ڈالے اسکے ہونٹوں پر جھکا۔

عینا کو تیش آیا اپنے ہونٹوں پر اسکا لمس کسی دہکتے انگارے کی طرح لگا تھا اپنی مزاحمت پر اسے خود سے دور نا ہوتا دیکھ اسکے ہونٹوں پر زور سے دانت گاڑے۔

اسکی حرکت وجدان پیچھے ہوتا ایک انگلی سے لبوں کو چھوا جہاں خون کی بوندیں موجود تھی۔

افف میری ویلڈ شیرنی اس قسم کی لو بائٹس صرف میری خانم ہی دے سکتی ہے۔عینا جو اس تکلیف پہچا کر خوش ہو رہی تھی ااس کا خمار زدہ لہجا چہرہ اسکی حرکت پر تانبے کی طرح تپا تھا۔

می می میرے یہ یہ کپڑے کسس نے بدلے۔اپنے کپڑے دیکھ کر حقیقی طور پر اسکے ہوش اڑے اور اپنی گردن پر ہوتی جلن پر ڈریسنگ مرر میں نظر آتے نشان اسے ہولا گئے۔

کرلی ہوس پوری تم جیسا بے ضمیر انسان نہیں دیکھا میں نے کاش میرا کوئی اپنا ہوتا تو دیکھتی تم جیسا شیطان کو جان سے مار دیتا ہم لاورثوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں اس لئے ظلم کرتے ہو نا۔

وہ اسکے گریبان کو پکڑے آنسوں آنکھوں سے نکلے بہہ رہے بنا اپنی حالت کی پرواہ کیے وہ کھڑی تھی۔

اپنے گریبان پر ہاتھ دیکھ کر وجدان نے شدت سے مٹھیاں بھینچی۔

اگلے ہی پل اسے گود میں اٹھاتا بیڈ پر بٹھا گیا۔ یہ اسنے اتنے جلدی کیا کے عینا کو سمجھ تک آنے دیا تھا۔

اپنے بالوں پر انگلیاں پھیرے خود کو پر سکون کرتا اسکی طرف مڑا اور اسکے قریب بیٹھا۔

یہ جو نشان نظر آرہے ہے نا کسی ہوس پرست کے نہیں تمہارے شوہر کے ہے وہ کیا ہے نا گنہگار بندا ہو بیوی سے پیار کر کے اپنی گناہوں کو کم کروا رہا ہو۔ اور آیندہ کے بعد خود کو لاوارث مت کہنا تم سردار وجدان کی بیوی ہو اور اسکے ہونے والے بچوں کی ماں۔ وہ جو اس سے غصہ کی امید کر رہی تھی اسکی بات یک ٹک دیکھنے لگی۔

لیکن آخری بات پر سٹپٹاتی نظروں کا رخ بدل گئ. زبان تو جیسے تالوں سے چپکی تھی مقابل کی غصہ بھری نظریں تو برداشت کر سکتی لیکن محبت بھری نگاہیں نہیں۔

بیڈ سے اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے یہی بیٹھو اگر کوئی بھی کام ہو تو مجھے بتانا۔ وہ چہرہ تھپتھپاتا جا چکا تھا۔

۔۔۔۔۔۔

شوہر بیچارہ رات سے بھوکا بیٹھا ہے اور دیکھو بیوی نے جھوٹے منہ پوچھا تک نہیں۔ اسے خاموشی سے کھانا کھاتے اپنے بارے نا پوچھنے پر اسے غصہ آرہا تھا۔

وہ تو ہر نگاہ کو خود پر دیکھنے کا قائل تھا لیکن مقابل تو دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی تھی۔

تمہارا اپنا گھر اپنا کمرہ یہاں تک یہ کھانا تمہارا ابھی تو مجھے کہنے کی ضرورت نہیں۔ عینا کی بات پر وجدان نے ایک گہری نظر اسے دیکھا۔ جو اسکی جینز شرٹ میں تھی ہاں البتہ اب دوپٹہ سے وہ خود کو چھپا چکی تھی۔

اپنا نام کیوں نہیں لیا تم۔ بھی تو میری ہو۔

خبردار جو بیوی کہا زبردستی نکاح کیا ہے تم نے جیسے زبردستی ہوس پوری کی تھی۔

کیا ہے؟اس اپنے سامنے کھڑا دیکھ اندر سے خوف آیا لیکن جی اکڑا کر پوچھا کیونکہ صبح سے اسکے غصہ نا کرنے پر دل میں تھوڑا ڈر کم تھا۔

اتنی بڑی نشانی اپنے ہونٹوں پر لئے گھوم رہا ہوا ابھی بھی اس نکاح کو نہیں مانتی اتنا خوبصورت شوہر ہے یار تمہارا قدر کرو میری۔وہ اسے جتنا غصہ دلا رہی تھی وہ اتنی نرمی برت رہا تھا اسکے ہونٹوں پر اپنے دانتوں کے نشان۔دیکھ کر شرمندگی ہوئی تھی لیکن پل بھر میں وہ غصہ میں بدل گئی شکل مومنہ کرتوت کافراں ہو نہو شکل کا کیا اس سے اچھا کسی افریقی کالے گینڈے سے شادی کرتی کم سے کم ہوس پرست تو نا ہوتا۔وجدان کی آنکھیں شدت سے سرخ ہوئی تھی۔

وہ جھٹکے سے قریب کرتا سانسیں چھین گیا وہ قطرہ جیسے اپنے غصہ نکال رہا تھا وہ جتنی مزاحمت کرتی اسکے عمل میں اتنی شدت آتی مقابل نے جب اسکی مزاحمت تھمتی دیکھی تو اس سے دور ہٹا۔

آئندہ کے بعد مجھے کچھ بھی کہ لینے لیکن اپنے منہ سے کسی اور مرد کا نام مت لینا ورنہ میں وہ کر جاؤ گا جسے سوچ کر تمہاری روح کانپ جائے گی

۔اسکی تھوڑی پر بنے گڑھے پر دانت گاڑتا اسے وارنگ دیتا جھٹکے سے چھورتا باہر نکل گیا۔

ورنہ اسکے منہ سے کسی اور کا نام اسکے سینے پر آگ لگا گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔

وہ چہرہ کو مکمل طور پر ماسک سے ڈھکے ہوئے تھا وہاں تو بہت روب سے کہہ آیا تھا لیکن اب چہرہ سرخ ہوا تھا وہ بھی شرمندگی سے جرگے میں سب کی حیرانگی بھری نظروں سے واقف تھا

وہ جرگے میں بیٹھا چاروں طرف کی باتیں سن رہا تھا۔

سائیں نعمان نے میرے سامنے اس نوکر کو قتل کیا تھا۔ایک مرد نے کھڑے ہو کر سردار کو بتایا۔

سردار صاحب اتنی کوئی بڑی بات نہیں ہم پیسہ دینے کو تیار ہے اسی کیلے تو یہ تماشہ کر رہے ہے۔ نعمان کے باپ نے تنفر سے کہا۔

مائی آپ کیا چاہتی ہے۔وجدان نے بوڑھی جس کی کل کائنات اجڑ گئی تھی۔

میں اپنے بیٹے کا انصاف چاہتی ہو سائیں جیسے اسکے بیٹے نے سب کے سامنے میرے بیٹے کو مارا اسی طرح اسکو مارا جائے مجھے بس یہی چاہیے

ٹھیک ہے پھر فیصلہ ہو گیا جس طرح نعمان نے بنا کسی غلطی کے قتل کیا اس لیے پورے جرگے کے سامنے میں سردار وجدان اسکے قتل کا حکم دیتا ہوا ابھی کے ابھی اسے قتل کیا جائے۔

سائیں۔اسکی بات پر چونکتے ہوئے سر اٹھایا۔

ہاں بولو۔

سائیں مجھے نہیں لگتا اس کا باپ خاموش رہے گا اسکا باپ پر بدلے کا خون سوار ہے۔

جانتا ہو حماد آج تک اس جیسے کتنے آے اور کتنے گئے موت تبھی آئیں گی جب خداوند کی طرف سے لکھی گئی۔ سگریٹ کا آخری کش لیتے ہوئے پاؤں میں مسلا۔

چلو اب گھر جاؤ اسطرح پریشان مت ہوا کرو یار دل کو کچھ کچھ ہوتا ہے۔وجدان کی بات وہ سٹپٹا کر رہ گیا تھا۔

کہاں ہوتے ہو سارا وقت نا تمہارے دن کا پتا چلتا ہے نا رات۔ماں اور باپ سوا ایک نظر دیکھا۔

آپ لوگوں نے جو کرنا تھا کر چکے اب مجھ سے سوال کرنے کا حق کھو چکے ہے۔

ایسا بھی کیا کر دیا بس شادی کروائی اب ہم چاہتے کے ہماری نسل بڑھانے کیلیے دوسری شادی کر لو۔

نائمہ کا سانس اٹکا تھا اپنی سسر کی آواز پر۔اور اسکی ماں۔وہ تو جیسے بولنے کا حق نہیں رکھتی تھی کیونکہ ان کیلیے وہی لفظ حرف آخر ہوتا تھا جو مرد بول دے۔

ٹھیک ہے میں شادی کرو گا لیکن اپنی مرضی اور اس بار غلطی سے کوئی دھمکی دینے کی کوشش مت کیجیے گا۔سرد ٹھنڈا لہجہ نائمہ کو ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔

میرے لئے دعا کیجے گا اماں۔ماں کے سر پر بوسہ دیتا روم میں چلا گیا۔

وہ صوفے پر بیٹھا اس وقت تیسری سگریٹ پھونک رہا تھا لیکن دل پر تو اسکی قربت کا ایک ایک پل جیسے چپک کر رہ گیا تھا۔

سائیں آپ کیسے دوسری شادی کا سوچ سکتے ہے میں ہونا آپکے پاس آپ کیلے۔وہ کمرے داخل ہوتی سرخ آنکھوں کو رگڑتی گویا ہوئی لیکن نظر اسکے ہونٹوں پر پڑتی وہ صدمے میں دو قدم۔پیچھے ہوئی تھی اسکی نگاہوں کا مرکز اپنے ہونٹ دیکھ کر پل بھر کو شرمندگی ہوئی لیکن پھر سے لاپرواہی طاری کرلی۔

اس وقت میری نظروں سے دور ہو جائے میں کچھ سخت الفاظ نہیں کہنا چاہتا۔وہ بامشکل اپنا لہجہ نرم رکھتا بولا کیونکہ وہ جانتا وہ کس قدر جنونی تھی اس کے معاملے میں۔

آپکو خوش رکھو گی قربت چاہیے نا تو میں دو گی دوسری شادی نہیں کرے

۔وہ گلے کے بٹن کھولتی اسکے قریب ہوتی ہونٹوں کو چھونے لگی۔

کے مقابل کے سر سراتا تھپڑ اسکے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔

یہ کیا بے ہودگی ہے یا آپ اپنی حیا بھول چکی ہے نائمہ وجدان۔اسکا

بازوں دبوچتا کسی بے جان شے کی طرح دور کیا۔

میاں بیوی میں کیسی شرم محبت کرتی ہو آپ سے اگر خود کو سونپ رہی

تو کیوں نہیں میرے پاس آتے۔

وہ پھر سے قریب ہوتی اسکے چہرہ پر بوسہ دینے لگی۔

جسٹ شٹ اپ اپنی شرم وحیا کا پاس نہیں آپکو مرد کو بیوی باحیا چاہیے

ہوتی بے شک وہ خود کیسا ہی کیوں نا ہو لیکن آپ کی بولڈ نیس آپکو میری

نظروں سے گرا چکی ہے۔اسکی گردن دبوچ گیا تھا

اگر مرد کریں تو صحیح اگر عورت ہو کر ساری جھجک کو ایک طرف کرتی آپکے پاس آئی تو بے حیا یہ کیسا انصاف ہے سائیں آپ ہر بار مجھے لفظوں کے ایسے تیر مارتے ہے ایک اب تو وہ زخم مجھے ناسور بنتے محسوس ہو رہے ہے۔ بہت ظالم ہے آپ خدا کریں جس سے محبت کرے نا وہ بھی ایسے ٹھکرائے جیسے مجھ ٹھکرایا۔ اسکے آخری بات نے تو جیسے دل کے کئی ٹکڑے کیے تھے۔

اسکی گردن چھوڑتا وہ کمرہ سے باہر جا چکا تھا۔

وہ کھانستی اپنی دکھتی گردن اور اپنے ناقدری کا دکھ منا رہی تھی۔

یہ سب کیا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو کمرا شاپنگ بیگز سے بھرا پڑا تھا۔

شاپنگ کی ہے تمہارے لے تمہیں بولتا تو ساتھ چلتی نہیں اس لئے خود لے آیا۔ وہ موبائیل پہ ٹاپنگ کرتا بظاہر تو نظر انداز کر رہا تھا لیکن دیھان کے سارے دھاگے اس سے جڑے تھے۔

اسنے پہلی بار کسی لڑکی کیلیے شاپنگ کی تھی یقین وہ فخر محسوس کرے گی

۔

لیکن اسنے تو ایک نظر دیکھنے کے بعد دوسری بار دیکھا تک نا تھا۔

یہ تمہاری راتیں رنگین کرنے کا معاوضہ تو نہیں ہے۔ سرد سپاٹ لہجہ میں بولے گے تلخ الفاظ تھے وجدان کا ہاتھ اٹھا تھا لیکن مقابل خود سے خوف کھاتے دیکھ کر وہ راستہ میں ہی روک چکا تھا۔

اذیت دینا چاہتی ہو تو سامنے کھڑا جان سے مار دو اف تک نہیں کروگا جان وجی لیکن اگر تم نے ہمارے رشتے کو گالی دی تو میرے قہر سے بچ نہیں پاؤ گا۔

وہ بازوں سے جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

عینا کو لگا وہ خوف سے مر جائے اسکی آنکھوں میں غصہ کی شدت اسکے گلے میں گلٹی معدوم ہوئی تھی۔

کیوں غصہ دلاتی ہو جب برداشت نہیں کر پاتی۔اسے خود کے حصار میں قید کرتے ہوئے بولا جو اس کے خوف سے ذرا سی مزاحمت نہیں کر پا رہی تھی۔

چھچھوڑے مجھے۔جب جسم کی لرزاہٹ میں کمی آئی تو اسے خود سے دور کرنا چاہا جو اسے خود کے حصار میں قید کیے بھول چکا تھا۔

ناشتہ کر لیا ہے ؟اسکے چہرہ پر پڑتی لٹو کو کا پیچھک کرتے ہوئے پوچھا۔

تو اسنے نفی میں سر ہلایا۔

چلو جلدی سے ڈریس چینج کرو میں ناشتہ لاتا ہو۔وہ اس سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ دونوں کے بیچ کچھ ہوا ہی نہیں۔

اسکے خوف سے جلدی سے سر ہلا گئ۔ کیونکہ وہ پھر سے اسی کمرے میں بند نہیں ہونا چاہتی تھی

سائیں آپ کوئی کام تھا۔ وہ جلدی سے آگے ہوئی۔

نہیں تم جاؤ میں خود ناشتہ بنالو گا۔

سائیں کوئی غلطی ہو گئ ہے تو معافی دے دیں میں کھانا بناتی۔ نوکرانی نے جلدی سے پاؤں پکڑے نوکری چھوٹ جانے کا ڈر بھی تھا اتنی تنخواہ کہاں ملنی تھی اسے۔

نہیں نکال رہا میں نوکری سے بس اپنی بیوی کیلیے کھانا خود بنانے لگا۔ وجدان نے کہا

وہاں موجود کتنوں کے منہ کھلے رہ گے تھے وہ مغرور تو خود اپنے پاؤں

میں جوتے تک نا پہنے

وہ ناشتہ ٹیبل پر سیٹ کروا چکا تھا لیکن بیوی کے آنے کے آثار نظر نہیں

آرہے تھے۔

وہ خود کمرے میں داخل ہوا تو پل میں دل تو جیسے باہر نکلنے کو تھا جہاں وہ

نم بالوں کے ساتھ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہاتھ ہنوز فراک ڈوریوں

سے الجھتے ہوئے تھے۔گیلے بالوں کی وجہ سے کمر تک فراک جسم چپکی

ہوئی جو جسم۔کے خم واضح کر رہی تھی۔سانولی رنگ دھلے دھلے نقوش

مقابل کے دل تہہ و بالا کر گئے تھے

اپنی گردن پر کسی مردانہ انگلیوں کا لمس پاتے ہی وہ بدک کر پیچھے ہوتی

کے وجدان نے اپنی سر سراتے ہاتھ کو پیٹ سے گزار کر اسکی کمر کو خود

سے لگایا۔

۔

یہ کیا بد تمیزی ہے چھوڑے مجھے۔اپنی پیٹ اسکی ہاتھوں کے بے باکیاں اوپر سے گردن پر پڑتی سانسوں نے جیسے رہے سہے اوسان بھی خطا کیے تھے۔

کچھ نہیں کر رہا۔اسے پینک ہوتے دیکھ کر ڈوری باندھتا بیڈ سے دوپٹا اٹھاتا اسکے سر پر اچھے سے سیٹ کر گیا۔

اسکا یہ ایکٹ پہلی بار دل کو بھلا لگا تھا۔وہ زخمی پاوں سے چلنے لگی۔

آہ۔اگلے ہی پل اپنے آپکو اسکی گود میں محسوس کر کے بے ساختہ چیخ اٹھی۔

چھوڑے مجھے کیا مسئلہ ہے شرم حیا بیچ کھائی ہے۔اتنے نوکرانیوں کے سامنے اسطرح گود میں اٹھانے پر بے ساختہ شرم نے آن گھیرا تھا۔

بقول تمہارے میں بے شرم ہو تو بس ٹیگ پر پورا اترنا میرا فرض ہے کیونکہ یہ نام مجھے میری بیوی نے جو دیا ہے اور بیوی کی ماننا مجھ پر لازم ہے۔اسکے گال پر کس کرتے ہوئے آنکھ دبائی۔

اور کرسی گھسیٹتے اس بیٹھایا۔

اگر ناشتہ کرنے میں کوئی دقت پیش آرہی تو میں اپنے ہاتھوں سے کھلا سکتا ہو۔اسے ہنوز خالی پلیٹ میں انگلیاں چلاتے دیکھ تو کہا۔

اسکی بات پوری ہونے سے پہلے وہ جلدی سے کھانے لگی مبادا کہیں واقع وہ شروع نا ہو جائے اسکی حرکت مقابل نے بے ساختہ قہقہ لگایا تھا۔احساس شرمندگی سے عینا۔کا چہرہ سرخ تانبے کی طرح ہوا تھا۔

میں کام سے باہر جارہاہو شام تک چکر لگاؤ گا۔اسے ناشتہ کرواتے اسکے ماتھے پر کس کرتا جلدی سے اٹھا۔

---.--

سردار سائیں کس بات کی پریشانی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی

ہے

حماد دیکھ رہا تھا اسکے چہرہ پر سوچ کی پرچھائیاں۔
گناہ کا بوجھ نہیں اٹھایا جا رہا جب جب وہ مجھے دیکھتی تو اسکی نظروں میں تیرتی نمی سے دل چیرتا ہے میں خود کی نظروں میں گنہگار ٹھہرا ہوا آنکھیں بند۔ کرتا ہو تو وہ فریادیں کرتی سامنے آجاتی ہے دل چاہتا ہے خود کو گولی مار کیوں کیا میں نے وہ گناہ۔ وہ بولتی نہیں ہے میں چاہتا اسکے چہرے پر وہی چمک واپس آجائے جیسی وہ پہلی تھی۔
سائیں آپ دور استوں کے مسافر بن رہے ہیں اور ایسے مسافر کی منزل ممکن نہیں۔ اسکے اشارہ سے باخوبی واقف تھا۔

میری بیوی صرف عینا وجدان ہے نائمہ کے پاس سوائے میرے نام پہ حکم چلانے کے کچھ نہیں۔

سائیں وہ بھی بیوی ہے آپکی۔

جانتے ہو عزت ہے وہ میری لیکن کچھ چیزیں ڈھکی چھپی اچھی رہتی ہے جو بیاں نہیں کی جاتی بس یہی سمجھ لو میرے لے وہ گناہ کی پوٹلی کے سوا کچھ نہیں۔

دروازو کھولتے ہی سامنے اپنی منکوحہ کو دیکھا جو پنک شرٹ اور وائٹ پلازو پہنے سادہ دھلے سے اجلے چہرہ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی کیوں کھڑی ہو یہاں۔ایما کو سامنے دیکھ چہرہ کی تھکن تو دور ہو گئ تھی لیکن بھرم بھی تو قائم رکھنا تھا۔

اپنے شوہر کا دیدار کرنے آئی ہو میرے شوہر کو توفیق نہیں ہوئی ملنے آجائے۔اب میری پیروں پہ مہندی تو لگی نہیں تھی

ہاں تو نا آتی کونسا پہلی بار دیکھ رہی یا میں نے سرجری کروالی ہے اور یہ فضول گوئی کم۔کیا کرو۔اسے بازوں سے دروازہ سے ہٹاتا گھر داخل ہوا۔

مجھے لگا تھا رومینٹک طریقے سے بات کرے گا اس سڑے کریلے کو کیا پتا رومینٹک ہونے کا۔وہ منہ بسورتی پیچھے سے بڑبڑاتی داخل ہوئی۔

اسکی ہولے سی بولی گی بات حماد کے کانو تک پہچی تو ہونٹ کو نہ دبائے اسنے مسکان روکی۔۔

یہ چھوٹا سا گھر جس میں تین کمرے بنے ساتھ کچن اور سامنے براندا بنا اسکے آگے صحن تھا جس میں مختلف پھول اور سبزیاں اگائی گئی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا وہ چھوٹا سا کمرہ جو مکمل طور پر صاف ستھرا سا تھا ایک طائرانہ نظر ڈالے وہ واشروم میں گھس گیا

امی کہاں ہے۔ وہ فریش ہوتا باہر نکلا تولیہ سے بالوں کو خشک کرتا جینز پہنے باہر نکلا وہ باہر شلوار قمیض پہنتا تھا لیکن گھر میں زیادہ تر ٹراؤزر شٹ ہی استعمال کرتا تھا۔ تو سامنے اسے کھڑا پایا جو اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔

خالہ گئی ہے وہ ساتھ والے گھر ان کے بیٹے کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے تو پتا کرنے۔ اسکی نظریں محسوس کرتے وہ سر ہلا گیا

شرٹ نہیں پہنو ایسے زیادہ اچھے لگ رہے ہو۔ وہ جو الماری سے شرٹ نکالنے لگا تھا اسکی بات پر چہرہ سرخی چھلکانے والا ہوا۔

اپنی نظریں قابو رکھو شرم نہیں آتی ایسے مجھے دیکھتے ہوئے۔ تولیہ جن سی کے بال کو صاف کر رہا تھا جلدی سے باڈی کو کور کرنے۔

تم میرے ہو اور جو چیز اپنی ہو اسے دیکھنے میں کیسی شرم۔ جائیں کھانا کھا لے ہو جا رہی پتا نہیں سردار کی باڈی گارڈ کیسے بن گئے بیوی کی پیاری بھری نظریں تو برداشت نہیں ہوتی۔ وہ اتنا کہتی روم۔سے باہر جا چکی تھی

وہ نائمہ بی بی میں نے اپنے شوہر سے پوچھا ہے پکی بات ہے کے سردار صاحب کے وہ فصلوں والے گھر پر لڑکی رہ رہی ہے۔

اسکی بات پر نائمہ کا غصہ انتہا کو چھونے لگا تھا پاس واس کو اٹھاتی اس نوکرانی کے سر پر مار چکی تھی۔

آہ معافی بی بی جی معافی۔ وہ خوف سی بھرے سر کے ساتھ پاؤں میں بیٹھی معافی مانگ رہی تھی۔

خبردار جو آئندہ بکواس کی تو جان لے لو گی تمہاری وجدان صرف میرا ہے میرے علاوہ اسکی زندگی میں کوئی عورت نہیں آسکتی۔وہ پھنکاری لہجہ زہر کی مانند تھا

ذہنوں میں سوچوں کا ہجوم لگا ہے
اور کہنے کو زبان پر فقط ایک لفظ بھی نہیں۔

عینا،عینا وہ آوازیں دیتا روم میں داخل ہوا جہاں وہ پری پیکر خود کو مکمل طور پر ڈھانپے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہی جھیل سی گہری آنکھوں میں نمی کسی کو بھی مات دے سکتی تھی۔

دعا مکمل کرتی جائے نماز کو اٹھب کر الماری میں رکھا۔

ادھر آؤ۔اسے وہی کھڑا پایا تو وہ اسے آواز دی۔

لیکن وہ ٹس سے مس نا ہوئی تھی۔

میں نے کہا سردارنی ادھر آؤ۔ آواز میں پہلے سے بڑھ کر روب اور دبدبہ تھا۔ وہ خوف کے مارے آہستہ سے قدم لیتی اسکے پاس پہچی۔

اسکا خود کی طرفہ بڑھتا قدم عنابی لبوں پر مسکراہٹ نے جھلک دکھلائی۔ اسے کھینچ خود کے قریب کرتا اسکے ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے

پہنانے لگا۔

نا دور ہوا کرو مجھ سے تمہارا دور ہونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اپنے

پہنائے ہوئے گجروں کو چھیڑتا ہوا بولا۔

بولتی کیوں نہیں میری سردارنی۔ اسے خاموش نظریں جھکائیں پا کر وہ

سوال کر رہا تھا۔

کسی کی عزت چھین کر اس پل پل روند کر اذیتوں کی بھٹی میں روند کر

بھی سوال کر رہے ہیں۔ سرخ آنکھوں سے گویا ہوئی۔

مکافات عمل سنا ہوگا اگر تمہارا کیا گیا عمل تمہاری بہن یا بیٹی کے سامنے آیا تو کیا کرو گے تم۔ میرا دل سے نکلی ہر آہ کبھی آسمان کو پہنچے گی۔

نہیں نہیں عینا خدا کا واسطہ ایسا مت کہو۔ وہ ہاتھ اسکے ہونٹوں پر رکھتا تڑپ کر گویا ہوا تھا۔

واہ سردار وجدان میں نے تو نام لیا تو تڑپ اٹھے اور تم نے جو کسی کی بیٹی زندگی اجاڑی اسکا کیا۔ یا یہ کہوں کے اپنوں کا سن کر دل لرز اٹھا ہے تمہارا۔

اسکی آنکھوں میں نظر آتے شکوے درد وجدان کیلیے اس کی طرف دیکھنا محال ہوا تھا۔

مرد اپنی جوانی کے زعم میں ایک عورت کو بے بس کرتے ہوئے یہ بھول جاتا ہے کے اسکے گھر میں بھی حوا کی بیٹی موجود ہے۔ میں تو تمہیں

ایسی بدعا نہیں دینا چاہتی جس میں پھر سے روندا ایک عورت کو ہی جائیں

۔اس سے جھٹکے سے دور ہوتی کمرے سے نکل گئی

۔۔۔۔۔۔

بی بی جی۔ ملازمہ نے اسے کہیں جاتا دیکھا تو جلدی سے پہنچی۔

ہاں بولو۔ لہجہ ہنوز بے نیاز تھا۔

وہ آپ نے بولا تھا جب سردار صاحب وہاں اس دوسری عورت کے

پاس نا ہو تو بتادو تو وہ میرا شوہر کہہ رہا تھا وہ سردار صاحب بڑے غصہ

سے ڈیرے جا چکے ہیں۔

وہ جو بیزاری سے سن رہی آخری بات پر چہرہ پر چمک ابھری تھی۔

ڈرائیور کو فارم ہاؤس چلنے کا حکم دیا۔

نائمہ کو وہاں دیکھ کر سب نوکر دم سادھے ایک ساتھ کھڑے تھے۔

تم میں سے کسی نے سائیں کو میری پہنچنے کی اطلاع دی تو ان کے پہنچنے سے پہلے تمہارے زندہ رہنے کی گارنٹی نہیں دو گی۔ خوف سے سفید پڑتے چہروں کے ساتھ سب نے ہاں میں سر ہلا یا۔
بلا کر لاؤ ذرا اس لڑکی کو۔ نوکرانی کو اشارہ کرتی وہی صوفے ٹانگے پر ٹانگ رکھے بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔

۔۔۔۔

چھوٹی بی بی جی۔ اسکی حالت دیکھ کر نوکرانی بے ساختہ اس معصوم پر ترس آیا۔ چہرے پر جا بجا سوکھے آنسو بالے کی لٹیں بکھری ہوئی تھی چہرہ کء شادابی کہیں جا سوئی تھی۔
کلک کون ن ؟ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔
وہ جی سردار کی بیوی۔ الفاظ تھے کے بمب ایک اور ستم آہ کتنے امتحان تھے اسکے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

بی بی چلے ورنہ انہیں غصہ آ گیا تو مار دے گی ہم سب کو۔ اسے ہنوز خاموش پا کر نوکرانی نے جلدی سے جھنجھوڑا۔

.....

وہ سیڑھیوں سے ابھی پورا اتری نہیں تھی کے نائمہ نے ایک جست میں اسکے بالوں کو چوٹی سے پکڑ کر گھسیٹا۔

تم ہو وہ عورت جس نے میرے وجدان کو جھانسا دینے کی کوشش کی ہاں ہمت کیسے ہوئی تم جیسے دو ٹکے کی عوتیں صرف بستر کی زینت بن سکتی ہے کسی بیوی نہیں او قات کیا تمہاری۔ لگتا ہے ماں باپ نے رکھیل بنا کر بھیجا ہے۔

وہ بات پوری کرتی کے عینا نے اگلے ہی پل اسکے بازوں کو اتنی زور موڑا کے وہ جھٹکے سی بال چھوڑ گئی۔

عینا نے سنبھلنے کا موقع دیئے بنا ایک نہیں دو دو تھپڑ مار کر اسکا چہرہ لال کیا تھا۔ وہاں کھڑی سب عورتوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی دبائی

تمہاری اوقات کا پتہ تمہارے الفاظوں سے لگ رہا ہے

اور ہاں اگر تم اپنے شوہر کو خوش رکھتی تو وہ باہر نا منہ مارا رہا ہوتا۔ آئندہ کے بعد مجھے رکھیل مت بولنا میں نے بھی پورے خوش و حواس خدا کو حاضر ناظر جان کر نکاح نامہ پر دستخط کئے تھے۔ ویسی ہی بیوی ہو جیسی تم

۔

نائمہ کا چہرہ پر پہلی شکست صاف نظر آئی تھی۔

نن نکلو دفعہ ہو یہاں سے ورنہ یہ نا ہو ان نوکروں کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا بیٹھو۔

عینا نے درد سے بھری نظروں سے اس سفاک عورت کو دیکھا تھا جو ایک عورت کیسی دھمکی دے رہی تھی۔

خبردار کوئی آگے آیا تو جان لے لو گی تم سب کی میں خود اس جہنم سے جانا چاہتی ہو مسز وجدان یہ زندگی کا پہلا احسان آپکا کبھی نہیں بھولو گی۔

نائمہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے وہ پاگل ہو۔

وہ خاموشی اسی چادر اور لباس میں گیٹ پار کر گئی۔

ابھی وہ کچھ آگے نکلی تھی کے ایک گاڑی اسکے پاس رکی وہ بھاگتی کے انہوں نے چہرہ پر رومال رکھے اسے پل میں ہوش سے بیگانہ کیا تھا وجدان کو جب تک اطلاع ملی تھی وہ اسکی پہنچ سے دور جا چکی تھی

اندر کوئی جھانکے تو ٹکڑوں میں ملیں گے۔_

"یہ ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لئے ہے۔*

وہ جس قدر ریش ڈرائیونگ کرتا فارم ہاؤس پہچا تھا کے راستے میں کئی کئی بار گاڑی لگتے لگتے بچی تھی۔

سکینہ، اسنے داخل ہوتے ہی سبھی نوکروں کو آواز دی۔

میری بیوی کہاں ہے میں آپ کے بھروسہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ایک بڑی ملازمہ کو کہا جو ان کی سالوں پرانی ملازمہ تھی۔

سردار صاحب معاف کردیں وہ نائمہ بی بی نے بولا تھا وہ جوں جوں بتا رہی تھی ساتھ وجدان کی آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ ہوئی تھی۔

اپنی گن سے نکلتی گولیوں سے ان تینوں کا سینہ چاک کرچکا تھا جنہوں نے اسکی بیوی کو بڑی نظر سے دیکھا تھا۔

تم لوگوں کی جان نائمہ سے تو بچ چکی ہے لیکن جو کچھ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے میری بیوی کے ساتھ ہوا اسکے ایک ایک پل کا حساب تم لوگوں سے بعد میں لونگا۔ گن بیک میں ڈالتا نہیں وارن کرتا گیا۔

کہاں ہو تم میری جان دیکھو کیا حالت ہو گئی ہے تمہارے بنا میری بے بسی دیکھنا چاہتی تھی اگر تم ہوتی تو خوش ہوتی نا ایک بار آ کر دیکھ لو چاہے مجھ پر ہنس لینا۔

وہ سڑک کے درمیان کھڑا چیخ رہا تھا دل تھا کے درد سے پھٹ رہا تھا وہ اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا۔

برستی بارش کڑکتی بجلی اس دیوانے کو اثر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔

یا اللہ میری بیوی کی حفاظت فرمانا یا اللہ میری بیوی کی عزت محفوظ رکھنا

تمہاری بدعا لگ گئ مجھے عینا وجدان۔ چہرہ آسمان کی طرف کئے وہ رب سے دعا گو تھا کئ آنسو داڑھی سے گرتے بارش کی بوندوں سے جا ملے تھے

۔

مرد تو کسی کے مرنے پر بھی نہیں روتا لیکن اسکی من پسند عورت کی زرا سی دوری بھی رلا دیتی ہے۔

مجھے ڈھونڈنا ہے اسے میں کیسے بے بس ہو سکتا۔ میں ایسے کیسے بیٹھ سکتا ہو۔ آنسو صاف کرتا وہ بھیگا ہوا ہی گاڑی میں جا بیٹھا۔

۔۔۔۔۔

مندی مندی ٱنکھیں کھولی تو ویران سی جگہ میں خود کو کرسی سے بندھے پایا۔

نہیں نہیں یا اللہ پھر سے نہیں میرے اور امتحان نا لے اب ساری برداشت صبر ختم ہوتا جا رہا ہے یا رب۔آنسو بے دریغ چہرہ کو بھگو رہے تھے۔

اندھیرے میں دروازہ کھلنے پر چہرہ پر روشنی پڑنے سے وہ آنکھیں بند کر گئی۔

دھیرے دھیرے سے آنکھیں کھولی تو تب جا کر کچھ چیزیں صاف نظر آنا شروع۔

چچ مجھے تو لگا تھا سردار صاحب کی بیوی تو ہیرا ہو گئی تم تو کوئلے کی کان نکلی۔وہ شخص ٹھوڑی کو دبوچے ہوئے بولا۔

عینا نے جھٹپٹا کر اپنی ٹھوڑی چھڑوانی چاہی۔

شکل نہیں ہے لیکن نخرہ تو تیرا کسی ظالم حسینہ کی طرح ہے۔

چل زرا تیرے عاشق کو اور تڑپایا جائے بیچارہ گلی کے کتے کی طرح علاقے کا چپہ چپہ گھوم رہا تجھے ڈھونڈتے ہوئے۔

اب کزن ہونے کا کچھ حق ادا کرنا میرا ابھی تو بنتا ہے۔وہ ہنوز سر نفی میں ہلاتی اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسکے سامنے بیٹھے ہی فون پر کال لگائی۔

ہیلو کیا حال ہے میرے بھائی۔وجدان کے فون اٹھاتے ہی گہری مسکراہت سے گویا ہوا تھا۔

آئندہ کے بعد مجھے کال مت کرنا نعمان انصاری۔اتنا کہتے وہ کال کاٹنے۔

مجھے تو لگا تھا تو فون کرتے ہی بیوی کا پوچھے لیکن تجھے لگتا ہے اسکی ضرورت نہیں۔اسکے چہرہ سے ٹیپ کھینچ کر اتاری کے وہ کراہی۔

اسکے کراہنے کی آواز وجدان کے دل پر بجلیاں گرا گئی تھی۔

نعمان اگر میری بیوی کو کچھ کیا تو تیرے ٹکرے کسی کو کتے کو سونگنے کو بھی نہیں ملیں گے۔اسکی آواز میں اس قدر وحشت تھی کے وہ فون پر بھی محسوس کر سکتا تھا۔۔

وجدان پلیز مجھے بچائیں یہاں سے۔پہلی بار وہ اسے بلا رہی تھی وہ بھی ایسے نام سے آج وہ سامنے ہوتی تو وہ اسکے صدقے دیتا۔

کچھ نہیں ہو گا یقین کرو عینا تمہیں کچھ نہیں ہونے دو گا۔آج پہلی بار اسکی تسلی پر حوصلہ ہوا تھا وہ چاہے جیسا بھی تھا اسکا شوہر تھا وہ لڑتی تھی جھگڑتی تھی لیکن اب سوائے اسکے کوئی تھا بھی نہیں۔

ہاہاہا ابھی تو تیری کمزوری میرے پاس ہے اگر چاہتا ہے اسے کچھ نا کرو تو اکیلے اس پتے پر پہنچ جانا۔

آیا گئے سردار وجدان مجھے نہیں پتا تھا کے تو گھنٹے کا سفر منٹوں میں کر لے گا۔

وجدان۔ وہ اسے جواب دیتا کے نظر سامنے پڑی اسے ایسے کئی مردوں میں دیکھنا اسکے اشتعال میں اضافہ کر رہا تھا۔ اسے خوف سے کپکپاتے جسم کو اپنے اندر شدت بھینچا وہ اسکی آغوش میں بھی خوف سے کپکپا رہی تھی۔

خبردار جو میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تم سب کے ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دو گا۔ تم غیرت بھول چکے ہو نعمان ورنہ ایسی حرکت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے۔۔ دو گارڈز اپنی بیوی کی آتے دیکھ کر وہ اسکا چہرہ سینے میں چھپا گیا۔

مجھے تمہاری کوئی بکواس نہیں سننی تمہاری بیوی کو ایسی موت دو گا وہ بھی تمہارے سامنے کے تم تڑپتے رہ جاؤ گے۔

مقابل کے چہرے پر نفرت ہی نفرت عیاں تھی۔

تمہیں مارنا ہے اذیت دینی ہے تو مجھے دو میں گنہگار ہو تمہارا لیکن اسکی طرف اپنی نظر بھی نہیں کرنا ورنہ سردار وجدان کو ان نظروں کو نکالنا باخوبی آتا ہے۔۔

مجھ سے بھیگ مانگو اپنی معافی کیلیے تمہیں بنا کسی اذیت کے جانے دو گا۔

وہ تنفر سے بولا۔

تم نے جتنی تکلیف پہچانی ہے پہچاؤ

تمہارے سامنے ہو لیکن تمہارے سامنے جھکو گا نہیں۔

اسکی بات پر مقابل نے غصہ سے مٹھیاں بھینچی جیسے جواب پسند نا آیا ہو لیکر آؤ کوڑا اور اسکے جسم پر اتنے کوڑے برساؤ کے اسکی جان نکل جائے۔

اسکی بات پر وجدان مسکرایہ تھا جیسے ہنس رہا ہو اس پر۔

آپ کیا کر رہے ہیں پلیز معافی مانگیں چلیں یہاں سے۔ان کوڑوں کو دیکھ کر عینا کو خوف آیا تھا۔

تمہارے گنہگار ہو تو اس جسم کو کچھ تکلیف تو ملنی چاہیے جس سے شائد تمہارے تکلیف دہ کچھ پلو کا ازالہ ہو سکیں۔وہ اسے کیا کہتی مقابل کے الفاظ نے اسے پل میں لاجواب کیا تھا۔

!!. ہم نصیبوں کے دھنی،، وقت کی چالوں کے اسیر

!!. تیرے قدموں میں گرے، ٹوٹتے تارے جیسے

!!. دیکھنے والے ___ ! تیری چشمِ تماشائی کی خیر

!!. ہم نہ ہوں گے ! تو بہت لوگ ہمارے جیسے

اتنے کوڑے لگنے کے باوجود وہ یک ٹک بنا کسی حس و حرکت صرف اسے دیکھ رہا تھا کمر پر لگنے والے کوڑے سے کمر جیسے کسی نے ادھیڑ دی تھی لیکن مقابل نے منہ سے اف تک نہیں کی تھی۔

اسکی حالت دیکھ کر عینا نے چہرہ پر ہاتھ رکھ ان اذیت بھری سسکیوں کا گلا گھونٹا تھا۔بے شک وہ اسکا گنہگار تھا اس نے اس بڑھ کر ظلم اس پر ڈھائے تھے۔ لیکن وہ نازک اندام لڑکی تو کسی زخمی چڑیاں کو دیکھ کر رونے والوں میں سے تھی پھر اسکی حالت دیکھ کر اسے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔

ابھی وقت ہے وجدان مانگ لیں معافی میں تجھے چھوڑ دو گا ورنہ بے موت مارا جائے گا۔

نعمان سے اسکی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

ہو نہہ اتنے جلدی نہیں مرتا میں میرے جیسے ظالم سفاک لوگوں کی بڑی لمبی عمریں ہوتی ہے اس لئے میں چاہتا ہو آج تم اپنی خواہش پوری کرلو کیونکہ ایسا میں چاہتا ہوا گر ایسا نا چاہتا تو اس وقت زندہ سلامت نا ہوتا۔

اسکے آنکھ مار کئے گئے تنز نعمان نے تیش کے عالم میں لوڈ گن اسکی طرف کی۔ وہ شوٹ کرتا کے پیچھے سے لگنے والی دونوں گولیاں سیدھا کمر میں تیوست ہوئی تھی مقابل کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ پورے قد سمیت گرا تھا

سردار ٹھیک ہے آپ۔ حماد بھاگ کر اس تک پہچا تھا وجدان نے آنکھوں کی جنبش سے ہول ئے سے اشارہ کے۔

اور اسکے ہاتھوں سے جیکٹ لیتا اپنوں کو اوپر اس طرح پہن چکا تھا ہر طرف گارڈز نے مکمل طور پر انہیں گھیرے میں لیا تھا۔

تم ٹھیک ہو۔وجدان نے پاس کھڑی عینا کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا جس کی رنگت گولیوں اور خون سے خطرناک حد تک سفید ہو چکی تھی۔

حماد نے حیرانگی سے اپنے سردار کو دیکھا جس کی خود کی حالت ابتر تھی لیکن وہ کھڑا اپنی بیوی کو تسلیاں دے رہا تھا۔

سر آپ پٹی کروا لیں خون زیادہ نکل رہا ہے۔ڈاکٹر نے ڈر کے مارے تیسری بار پوچھا۔

ڈاکٹر میری بیوی کو ہوش کیوں نہیں آرہا ہے۔اسنے جیسے ان کی بات سنی نہیں تھی

سر انہیں ڈرپ لگا دی کچھ کمزوری اور بلڈ پریشر زیادہ شوٹ کرنے کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی۔

اب وہ بہتر ہے کچھ ٹائم ہوش آجائے گا۔

ڈاکٹر نے تحمل کے کام لیتے ہوئے جواب دیا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے یہی سوال کر رہا تھا۔

سردار بی بی جی ٹھیک ہے آپ پٹی کروالیں اگر وہ اس حالت میں دیکھے گی تو خوفزدہ ہو گئی۔

وجدان نے اسکی بات پر کسی معصوم بچے کی طرح سر ہلایا تھا۔

حماد نے پہلی بار اسے ایسی حرکتیں کرتے دیکھا تھا۔

ڈاکٹر پٹی کرنے کیلیے روم میں داخل ہوئی تھی ت. سامنے کا منظر دیکھ کر بے ساختہ سرخ ہوئی۔

جہان وجدان عینا کے بیڈ پر جگ بنائے اسکے بالکل پاس بیٹھے اسکے چہرہ کے ایک ایک نقش کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے محسوس کر رہا تھا۔

ڈاکٹر نے مصنوعی سا کھانسہ۔ اسطرح کھانسنے پر وہ سرد آنکھون سے گھورنے جیسے اسکی موجودگی پسند نہیں آئیہو

پٹی کرو جلدی جاؤاور ہمیں ڈسٹرب مت کرنا۔ سیدھا ہوتا عینا کے چہرہ کو کمبل سے کور کر گیا۔۔

تمہیں وہاں کا کیسے پتا چلا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے وہ بے سدھ پری عینا کو کندھے سے لگائے حماد سے پوچھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

آپکو کیا لگتا ہے مجھے نہیں بتائے گے تو معلو نہیں ہو گا مجھے آپ کو کالکی جو رسیو نہیں کی پھر جب لوکیشن چیک کی تو بس اسی وقت مجھے شک تھا اس لئے پوری تیاری سے آیا تھا آپکی جان پر کوئی رزک نہیں لے سکتا

ایسے تو نہیں تمھیں میں اپنی محبوبہ بولتا میری جان کی مجھ سے زیادہ تو تمھیں پرواہ ہوتی ہے۔ وجدان کی بات پر دونوں کا قہقہ ایک ساتھ گونجا تھا۔

عینا کو ہوش آیا تو خود کے اسی کمرے میں پایا لیکن اپنی گردن پر پڑتی بھاری سانسیں محسوس کر کے اسکی سانسیں تھمی تھی۔

اسکے چہرے پر نظر پڑی جو سوتے ہوئے بھی کوئی خونخوار شیر کی طرح لگا۔

جھوٹا ٹھرکی بڈھا۔ اسکی جھوٹی باتیں یاد کرتی اسنے نتھنے پھلائے خفگی بھرے انداز میں کہا۔

بیگم جو خراج تحسین مجھے پیش کرنا آکر کر لیجیے گا جائے اذان ہو رہی ہے نماز پڑھ لیں۔ اسکی شوخی بھری نیند سے ڈوبی اٗواز ابھری تو عینا پاؤں کو بریک جا کر واشروم میں ہی لگا تھا۔

پاگل۔ مسکراتا ہوا پھر سے آنکھیں موند کر اسکا تکیہ اپنے چہرہ پر رکھا۔

چلو تم نہیں تمہاری خوشبو سے کام چلا لیں گے۔

وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی جب تیسری بار بے.جی کو اسطرح ہاتھ میں سوپ لئے واپس آتے دیکھا۔ کیونکہ نوکروں میں صرف انہیں کمرے جانے کی اجازت تھی۔

آپ رہنے دیں جب اسے پینا نہیں تو آپ اپنی بوڑھی ہڈیوں کو کیوں تھکا رہی ہیں۔وہ ان کے ہاتھ سوپ ٹیبل پر رکھتی بولی۔

جانتی ہو وہ بس بیٹا تمہاری وجہ سے کر رہا ہے تاکہ تم۔لیکر جاؤ۔انہوں نے نرمی سے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

رہنے دیں جب بھوک لگے گی تو پی لے گے۔وہ تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

اچھا مت جاؤ میں دوبارہ بنالتی ہو۔وہ گھنٹوں پر ہاتھ رکھتی بامشکل اٹھی۔

آپ بیٹھے پلیز میں بنا کے لے جاتی ہو۔وہ اس ضدی شخص کو جانتی جب تک جاتی وہ ایسی ہی حرکتیں کرتا رہتا۔

اسنے کچن سے سوپ بنایا۔۔

آپ بتا ہی دے کیا مسئلہ ہے آپکے ساتھ بے.جی کتنی مشکل سے سوپ بنالائی ہے اور آپ نوب زادے کے نخرے ختم نہیں ہو رہے۔

غصہ سے گھورتی ہوئی وہ اسے کتنی پیاری لگ رہی تھی کے وجدان کے دل تھامنا مشکل ہورہا تھا۔

میں صرف تمہارے ہاتھ کا سوپ پینا چاہتا ہو بس اگر اب بھی کسی اور نے بنایا ہے تو لے جاؤ۔ وہ بلکل کسی بچے کی طرح ری ایکٹ کر رہا تھا۔۔

سپون میں سوپ ڈالے اسکے آگے کیا تو اسنے رخ موڑ لیا۔

عینا نے چمچ سوپ کی چمچ رکھتے اسکے جبڑوں پکڑ کر رخ اپنی جانب کیا۔

خبر دار جواب کوئی اور بات کی میں نے بنایا ہے پی لے چپ کر کے ورنہ اسطرح زبردستی سارہ آپ کے منہ میں انڈیل دینا ہے۔ مقابل تو ابھی تک اتنے چہرے پر انگلیوں کا لمس کسی خوشگوار پھول کے چھو جانے کی طرح کا احساس کروا رہا تھا۔

یہ سب کس قدر خوشگوار کاش وہ ساری زندگی ایسے ہی بیمار رہے وہ اسکے پاس تو رہے گی۔۔

زندگی درد کی قباؤں میں گزر جاتی ہے
بعد مرنے کے یہاں تاج محل بنتے ہیں۔

نائمہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا جب سے وہ اسے نکال کر آئی تھی۔ لیکن وجدان کا خوف بھی تھا وہ اب کیا کرے گا۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے ایک شیطانی مسکراہٹ نے چہرہ کا احاطہ کیا۔

وہ سیڑھیاں اترتی نیچے پہنچی۔

اماں سائیں بابا سرکار کدھر ہے۔انہیں تسبھی پڑھتے دیکھ کر وہ انکی طرف آئی۔

وہ ادھر کتابوں والے کمرے میں ہیں۔

تو وہ سر ہلا یا گئی۔

اماں سرکار ان پڑھ تھی اور شوہر پڑھا لکھا ہونے کی وجہ سے انہیں بیوی خاص پسند نا تھی وہ اپنے پڑھے لکھے ہونے کا الگ روب دبدبہ رکھتے تھے اس لیے وہ بیچاری بس خاموشی سے شوہر کی سنتی بولنے کا حق تو جیسے انہیں دیا نہیں گیا تھا۔

آغا جان دیکھ لیں اپنے بیٹے کے کرتوت پتا نہیں کس بے غیرت کو لیکر آیا ہوا ہے وہ فارم ہاؤس کون لڑکی کے ساتھ آیائشیاں کرتا پھر رہا ہے آپ لوگوں نے کبھی پوچھنا گوارا نہیں کیا اس سے۔ وہ لائبریری روم بے دھڑک داخل ہوتی اونچی آواز میں بولی

بہو اپنا لہجہ درست کرو۔ اور رہی بات وجدان کی تو وہ جو بھی کر رہا ہے میں باخوبی واقف ہو۔

تو کیا آپ ایسے ہی کسی کمی کمیں راہ چلتی لڑکی کو میری سر پر سوتن بنا کر بٹھادے گے۔ وہ اسکی بات پر چونکے تھے انکی اطلاع کے مطابق تو وہ ایک لڑکی لایا تھا۔ تو کیا وہ نکاح کر چکا تھا۔

بابا سرکار آپ اس لڑکی کو طلاق دلوائے اور چلتا کرے۔

نائمہ بہو ہم نے جو کرنا ہو گا کر لے گے اب یہاں سے جا سکتی ہے۔

اسکی بڑھتی بدتمیزیاں انہیں اپنا فیصلہ غلط لگنے لگ گیا جسکی وجہ سے ان کا بیٹا بھی دور ہو چکا تھا۔ اپنوں کو راضی کرتے کرتے وہ اپنے بیٹے کو دور کر بیٹھے تھے۔

انہوں نے نمبر ملاتے ہی کال ملائی جو پہلی ہی بل پر رسیو کر لی گئی تھی۔

اور پھر جوں جوں آگے والا بتا رہا تھا انہوں نے بے ساختہ ماتھا مسئلہ۔

نعمان کا علاج کرواؤ وہ ایک بار ٹھیک ہو جائے اپنے بیٹے کی ہر تکلیف کا حساب لوگا وہ درشتگی سے کہتے فون کاٹ گیے

۔۔۔۔۔

وہ ٹی وی اؤن کئے بیٹھی مختلف چینل سرچ کر رہی تھی گھڑی پر نظر دوڑائی جس پر دس بج چکے تھے۔

وہ کندھے اچکاتی مووی دیکھنے لگ پڑی۔

یہ کیا دیکھا جا رہا ہے۔ وہ جو گھر آیا تھا لیکن سامنے اپنی بیوی کو رومینک مووی دیکھتے ہوئے پایا۔

یااللہ۔ وہ بنا سامنے دیکھے سوچوں میں غرق تھی لیکن سامنے فلم میں چلتے کسنگ سین کو دیکھتے ہڑبڑا کر چینل بدلنا چاہا تو عین وقت میں ریموٹ نے دغا دے دیا۔

وہ اتنی شرمندہ تھی کے بدحواسی کے عالم میں بجائے ٹی وی بند کرنے کے وہ جلدی سے ٹی وی کے سامنے ہو گئی۔

حماد نے پہلی بار اپنی بولڈ بیوی کے چھکے چھوٹتے دیکھے تھے۔ مسکراہٹ ہونٹوں پر آئی تھی جسے وہ جلدی سے چھپا گیا

آپ بیٹھے میں کھانا لگاتی۔ وہ رفو چکر ہوتی کے حماد نے اسے کھینچا جس سے وہ کسی کٹی پتنگ کی طرح ڈولتی ہوئی اسکی باہوں میں تھی۔

ک کک کیا

I want to kiss you

جتنے آرام دہ انداز میں بولا تھا اس سے بڑا دھچکا تو ایما کو لگا تھا اسکی آنکھیں باہر نکلنے کو تھی۔

کہیں کچھ پی تو نہیں آئے۔ وہ آنکھیں ٹپٹپاتی ہوئی بولی۔

کیوں شوہر بیوی کے قریب صرف پی کر آسکتا ہے مجھے تو تمہاری حق ملکیت کی قربت بہکا رہی ہے

حماد نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اسے سرخ سیب جیسے

گالوں کو ہونٹوں سے چھوا جو زرا سی قربت پر لال ہو چکے تھے۔

ایما سٹپٹاتی دھکے دیتی کچن کی طرف بھاگی دل تھا کے جیسے باہر آنے کو تھا

۔۔۔۔۔

یہ آخری بار ہے اب مجھے کچھ مت کہیں گا۔

اسے سوپ پلاتی ساتھ انگلی سے وارننگ دینا نا بھولی۔ وہ اسے تنگ آتی

بولی تھی جو کب سے اسے گھن چکر بنائے ہوئے تھا

کچھ دیر اور بیٹھ جاؤ نا۔ اسکی دوپٹہ کو اپنی انگلی پر لپیٹتا معصومانہ انداز میں

گویا ہوا۔

اپنی اس ہوتی سوتی خاندانی بیوی کے پاس جائے کیونکہ آپ کے ساتھ وہی جچتی ہے جیسی بیوی ویسا شوہر۔

آہ وہ بات مکمل کرتی وجدان نے کھینچ کر اسے گود میں بٹھایا۔اسکی حرکت پر چہرہ پل میں شرم۔سے قندھاری ہوا تھا۔

کیا بدتمیزی ہے چھوڑیں مجھے۔اپنے دونوں اطراف کے بندھے بازوں میں خود کو نکالنے کی کوشش کررہی تھی۔

جتنے گلے شکوے ہے نا یہی میرے پاس میری سانسوں کے قریب رہ کرلیا کرو تمہاری نفرت بدعائیں سب منظور ہے مجھے سوائے تمہاری دوری کے۔مجھ سے دور مت ہونا ورنہ اس دل کی دھڑکنیں ساکن ہو جائے گی۔اسکے لمبے بالوں میں منہ چھپائے آنسو سے اسکی گردن بگھو گیا تھا۔اسکی قربت مقابل کا کیلے کافی نبر آزما تھی وہ نازک جاں کہاں

برداشت کر سکتی تھی اسکی اتنی قربت۔ مقابل کا خوف تو پہلے ہی دل میں پنجے گاڑھے ہوئے تھا۔
چھوڑے مجھے نہیں رہنا آپکے ساتھ مجھے جان چھوڑ دیں میری۔ وہ مچلتی ہوئی دور ہونا چاہا۔ اسکی دور ہونے والی بات مقابل کے چہرہ غصہ سے تانبہ کی طرح سرخ ہوا تھا ماتھے کی نیلی رگیں ابھری تھی۔
اسکو گردن سے پکڑتا پل میں اسکی سانسوں کی سینے میں اٹکا گیا۔ اسقدر شدت سے وہ اسکی سانسیں پی رہا تھا مقابل کو لگا کے وہ جان سے جائے گی۔ وجدان نے جب اسکی مزاحمت رکتی دیکھی تو اس سے دور ہٹا جو سانسوں کی کمی کی وجہ سے لمبے سانس لیتی اسے اور بہکا رہی تھی۔
ایک بات یاد رکھنا عینا وجدان تمہیں خود سے دور اب سوائے میرے مرنے اور خدا کے کوئی نہیں کر سکتا اگر آئندہ تم نے کبھی بھی ایسے

الفاظ نکالے تو اس بار تو چھوڑا ہے اگلی بار سانس لینے کا موقع تک نہیں دو گا۔

ہونٹوں پر پھر شدت بھری مہر دیتا ہٹا جو ڈر کے مارے ہولے ہولے کپکپا رہی تھی۔اسکے غصہ سے جان جاتی تھی۔اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا جو اسکے لمس سے جل رہے تھے۔

جان وجدان نا کیا کرو ایسا تمہیں تکلیف پہچا کر سکون مجھے بھی نہیں ملتا۔

اسے خوف سے سفید ہوتا چہرہ دیکھ کر اسے نرمی سے سینے میں سمویا۔

دل پر جو اسکے دور جانے پر بھانبھڑ سے جل رہے پل بھر میں اسکے سینے سے لگنے ٹھنڈی پھوار کا احساس ہوا تھا۔

وجدان، وجدان۔ایک دم دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوئے۔

لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے چہرہ کیا کان کی لوئیں تک سرخ ہوئی

۔

بے غیرت انسان۔

کچھ تو خیال کریں بابا جان میری بیوی اتنی مشکل سے تو ہاتھ لگی تھی اور آپ کسی ولن کی طرح انٹری مار دی۔

عینا سٹپٹا کر دور ہوتی دوپٹہ ٹھیک کرنے لگی۔

ناہنجار کی اولاد کھوتے کے پتر تجھے حیا نا آئی ماں باپ کو بتائے بغیر شادی کر کے لے آیا۔اپنے باپ کے غصہ میں دی گئی گالیوں پر وہ بے ضابطہ قہقہ لگا گیا۔

نائمہ کہاں وہ کل سے غائب ہے تمہیں کچھ شرم باقی ہے وہ بیوی ہے تمہاری۔وہ سارے اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے جب اپنے بابا کی آواز پر سر اٹھا کے انہیں دیکھا۔

وہ جہاں بھی ہو مجھے فرق نہیں پڑتا اور اب کبھی اسے میری بیوی مت کہئے گا۔ وہ باپ بیٹا سرخ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہے تھے عینا خوف کے مارے ڈر رہی ہوئی کانپ رہی تھی۔

کچھ نہیں ہوا میری جان ری لیکس۔ اسے خوف سے پینک ہوتا دیکھ کر وجدان نے نرمی سے اپنے حصار میں لیا۔ اسکی بے باک حرکت سب نے بے ارادہ نظریں گھمائی۔

وہ بھی تمہاری بیوی ہے وجدان جو پتا نہیں کہاں ہے تمہاری غیرت مر چکی ہے۔

میری غیرت زندہ ہے اور رہی بات بیوی کی تو بیوی نہیں رہی طلاق دے چکا ہوں آپ کو کیا لگا میں اپنی بیوی کے اسکے ہوتے ہوئے حویلی لاتا میری بیوی کو تکلیف پہچائی تھی کیسے معاف کر سکتا تھا۔ بہت تکلیفیں دی ہے سوتن کا درد نہیں دے سکتا تھا

بابا سرکار نے غصہ سے ٹیبل کو ٹھوکر مارتے ہوئے کمرے کی جانب گئے

۔

اماں سائیں اپنے شوہر کے پیچھے یہ ناہو اس عمر کہیں لگ لگوانا لے۔۔وہ زو معنی مسکراہٹ اچھالتا اچھا خاصہ باپ کو تپا گیا تھا۔

۔۔۔۔۔۔

وہ کالج سے باہر نکلی تو سامنے ہی حماد کو کھڑا پایا لیکن سفید چہرے سرخی تو تب چھائی جب کسی لڑکی کو اسے نمبر پکڑاتا دیکھا۔

وہ لڑکی نمبر سامنے کرتی کے ایمانے جھپٹ کر اس سے نمبر لیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی چھپکلی کی شکل والی میرے شوہر کو نمبر دینے کے

۔ایمانے اتنا کہتے ہی اسکے بال پکڑنے چاہے کے حماد نے اسکے پیٹ کے

دونوں طرف ہاتھ رکھتا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔

حماد چھوڑے مجھے اس چھچھوندری کی ہمت کیسے ہوئی میرے شوہر پر ڈورے ڈالنے کی۔وہ بیچاری فق چہرے لئے جلدی سے بھاگتی ساتھ اپنے بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھی جیسے یقین کر رہی ہو کے وہ محفوظ ہے۔

حماد نے اسے سنبھلتے نا دیکھ کر اسے اپنی گود میں اٹھاتا گاڑی میں بیٹھا گیا۔

اور اسنے یہ کارنامہ سیکنڈوں میں ادا کیا۔

وہ گاڑی چلاتا وقفہ وقفہ سے ایما کا سسکنا محسوس کرتا گاڑی ایک طرف کرتا روک گیا۔

روئے کیوں جا رہی ہو؟

اسکے سوال پر ایما نے بھیگی کالی پہ پلکوں بھاڑ اٹھاتے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا۔

کتنے بُرے ہیں آپ مجھے پہلے پتا تھا آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے میں ہی پاگل تھی جو ہر وقت آپ کے پیچھے پڑی رہتی تھی۔ وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تو وہ حق دق رہ گیا۔

ہاں وہ مانتا تھا ان دونوں کے بچپن کے نکاح کا جب اسے پتا چلا تھا وہ اس سے اچھا برتاؤ نہیں کرتا تھا اسے اسکا بچپنا اچھا نہیں لگتا تھا پر وقت گزرنے کے بعد وہی بچپنا اسے اٹریکٹ کرنے لگا تھا اب وہ تو اس سے عشق کی انتہا پر تھا پھر وہ کیسے کہہ سکتی تھی۔

اور ایسا کیوں لگا تمہیں کے میں تم سے پیار نہیں کرتا؟ حماد کی آنکھوں میں اب شرارت تھی۔

اگر ایسا نا ہوتا تو آپ اس دم کٹی چھپکلی سے بات نا کر رہے ہوتے۔ حماد کا قہقہ گونجا تھا گاڑی میں وہ سفید یونیفارم کے ہالے میں سرخ چہرے سے اسے جیسے مظبوط اعصاب کے بندے کا ایمان ڈگمگا رہی تھی۔

آہ میرا بچہ جیلس ہو رہا ہے۔ ایما کو اپنے حصار میں بھڑا جو خفگی سے اسکے سینے پر مکے مارتی دور ہونے لگی۔

کیا نہیں ہونا چاہیے تھا اگر ایسا کوئی میرے ساتھ کرر۔ وہ بات مکمل کرتی کے حماد ہونٹوں پر جھکتا اسے اپنے طریقے سے خاموش کروا گیا۔

وہ اس قدر شدت سے اسکی سانسیں کھینچ رہا تھا کے ایما تو اسکی قربت میں بے حال ہوتی اسے خود سے دور کرنے لگی۔ جو جنونی انداز میں اسکی سانسوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

اسے خود سے دور نا ہونے ایما نے اسکے دونوں طرف بڑھی مونچھوں کو اپنی انگلی سے کھینچا تو مقابل اسکی حرکت پر دور ہٹا۔

اور اسے دیکھا جو اسکی ذرا سی قربت میں بے حال ہوئی تھی۔

آئندہ سے غلطی سے بھی کسی نامحرم کانام زبان پر مت لاناورنہ اگلی اس سے زیادہ قربت جھیلنی پڑے گی جو میرے بچے کے موافق نہیں آئے گی۔

ایمانے شرم کے مارے نظریں نہیں اٹھائی جارہی تھی۔

اسکی شرم وحیاسے لپٹاروم مقابل کواور گستاخی پر اکسارہاتھا۔

مجھے لگتاہےاب خالہ سے رخصتی کی بات کر لینی چاہیے۔

اسکے بھیگے ہونٹوں کے دیکھتے ہوئے وہ چہرہ پر آتی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کر گیا۔

نن ن نہیں۔وہ اٹکتی ہوئی نفی میں سر ہلا گئی۔ایما کیلے حماد کا یہ روپ برداشت سے باہر ہورہا تھا کہاتو آنکھوں سے آگ کے شعلے لپکتے تھے۔

اور ائج تو رنگ ڈھنگ ہی الگ تھا۔

نانہیں میری جان خود ہی تو پیار کا طعنہ دیا اب میں اپنی چھوٹی سی بیوی کو رخصتی کے بعد بتاؤ گا کے میں کس کس طرح پیار کر سکتا ہو۔اسکی خندہ پیشانی پر ہونٹ رکھتے ہوئے کہاں جو اسکے لمس پر اپنی آنکھیں بند کر گئ.

وہ کام کرتے تھک چکی تھی دن سے رات ہو چکی تھی لیکن مقابل کو زرا سا ترس نہیں آیا تھا اوپر سے ایک سانڈ نما عورت جو وہ زرا سا کام سے ہاتھ روکتی کے وہ چھڑی سے اسکی چمڑی ادھیڑ دیتی۔

وہ زخموں سے چور ہاتھوں سے کپڑے دھو رہی تھی۔

نائمہ کی زندگی کے یہ دو دن سب سے بڑھ کر اذیت ناک تھے۔

اسے وہ پل یاد آیا جب اسکے نام کی رجسٹری آئی تھی اور انہیں میں موجود طلاق نامہ دیکھا اسکے دماغ میں جھکڑ چلے تھے ہر شے ہاتھوں سے نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اور پھر وہ بنا اپنے دوپٹہ جوتے کی پرواہ کیئے

سرپٹ گاڑی میں بیٹھی اور ڈرائیور کو وجدان۔کے فارم ہاؤس کی طرف جانے کا بولا۔

وہ رستہ میں ہی تھے کے گاڑی ایک جھٹکے سی رکی وہ جھنجھلاتی ہوئی پچھ کہتی۔

کے سامنے گاڑیوں سے عورتوں کو نکلتے دیکھا جنہوں بنا اسکی اہ و پکار کے اسے گھسیٹ کر گاڑی میں ڈالا۔

ہوش میں آتے اسے بے انتہا مارا گیا اب جسم کا لو لو میں درد ہو رہا تھا۔

۔۔۔۔

ملازمہ کے کہنے پر وہ اس وقت وجدان کی والدہ کے کمرے میں موجود تھی۔

ادھر آؤ بچے میرے پاس بیٹھو ایسے دور کیوں کھڑی ہو۔اسے دروازہ پر کھڑے ہاتھوں کو مسلتے دیکھ تو کہا۔

جی آنٹی۔ تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتی انکے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی

یہ عنٹی کیا ہوتا ہے تم بھی مجھے اماں بولا کرو تم بالکل میرے لئے بیٹی جیسی ہو۔ انکے نرم لہجے پر وہ بے ساختہ رو پڑی۔

کیا ہوا ہے بچے۔

بس آپکو دیکھ تو لگا میری امی ہوتی تو وہ بھی مجھے ایسے ہی پیار کرتی۔ انہوں نے اسے نرمی سے سینے لگایا۔

میں ہو نا تمہاری ماں اب ایسا رونا مت۔ ورنہ ڈانٹ کھاؤ۔ انہوں نے۔ مصنوعی آنکھیں دکھائی تو وہ کھلکھلائی۔

وجدان تمہارے ساتھ ٹھیک تو ہے۔ انہوں نے سوال کیا تو عینا۔ کے گلے میں گلٹی ابھری انکی جانچتی نگاہیں اس پر تھی۔

نہیں نہیں ایسا کچھ نہیں ہے اُپ کو کیوں لگا ایسا۔ وہ حتی المکان خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

تو بچے ایسے نئ نویلی دلہن سادہ حلئے میں گھومو گی تو سب یہی لگے گا میں نے تمہارے کمرے میں لباس اور کچھ زیوارات رکھوائے ہیں وجدان کے آنے سے پہلے اچھے سے تیار ہوا ہو جانا۔ وجدان کے نام پر ہلق تک کڑواہوا تھا۔اب وہ انہیں نا بھی نہیں کہہ سکتی تھی جتنے مان سے بولا تھا انہوں اس لیے بس خاموشی سے بس سر ہلا یا۔

وجدان گھر داخل ہوا صوفہ پر بیٹھا کے عینا پانی لیکر ائی۔ وجدان نے جب نظریں اٹھائی تو جیسے پلک تک جھپکنا بھول چکا وہ کرمزی کلر کے ڈریس میں بے انتہا خوبصورت لگ رہی تھی ہونٹوں پر لگی پنک لپ سٹک نے اسکے سرخ ہونٹوں کے چھپایا ہوا تھا۔
ناک میں چمکتا چھوٹا سا لونگ وہ تو سانس تک لینا بھول گیا تھا۔

پانی پی لیں۔ عینا نے دانت پیسے وہ کب سے پانی لئے کھڑی اب تو جیسے کمر بھی اکڑ گئی تھی اور اس لوفر کا تاڑنا نہیں ختم ہو رہا تھا۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں پا رہی تھی کیونکہ اس وقت ملازمہ کھانیں کا انتظام کر رہی تھی

ہاہاں کیا بول رہی ہو۔ وہ تو اسکے حسن میں میں جیسے ہر بات بھول گیا تھا

وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے ڈریسر کے سامنے کسی سوچوں میں غرق پایا۔ وہ اس قدر غرق تھی کے مقابل کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا اور یہی بات وجدان کو غصہ دلا رہی تھی

اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنی جانب کھینچا تو اگلے ہی پل بے دھیانی میں اسکے سینے کا حصہ بنی۔ عینا دونوں ہاتھوں سے فاصلہ قائم کرنا چاہا جو اسکی سخت گرفت میں ناممکن سا لگا تھا۔

چھوڑ دے۔اس خود سے دور کرنے کی تگ و دو کرنے لگی۔

میرا دل چاہ رہا ہے دل کے کسی کونے میں چھپا لو تمہارا روپ گھائل کر رہا ہے مجھے کیوں بے رخی کی مار مارتی ہو۔اسے خود سے دور ہوتے دیکھ کر وجدان کی آنکھوں سرخی در آئی۔

اگلے ہی پل وہ اسے گود میں اٹھاتا صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔عینا کیلیے اسکی ایسی بے باک حرکت پر جیسے سانس سینے میں اٹکا تھا۔

چہرہ الگ خون چھلکانے لگا تھا اسکی بے باک نظروں سے پزل ہو رہی تھی۔

چھوڑیں مجھے اور یہ حرکتیں اپنی پہلی بیوی سے۔وہ بات پوری کرتی وجدان بالوں سے پکڑتے اسکے ہونٹوں کی نمی محسوس کرنے لگی اسکے لمس میں کیا نہیں تھا محبت غصہ جنون۔۔

عینا جھٹپٹاتی ہاتھوں سے خود سے دور کرنے لگی وجدان نے اسکے دونوں ہاتھوں کو کمر پر پن کر گیا۔

وہ جیسے سارے راہ فرار ختم کر چکا تھا۔

عینا کو لگا وہ سانسوں کی کمی سے مر جائے گی تب جا کر وجدان اپنی سانسیں اسے دیتا اس سے دور ہٹا۔

اس عورت کا نام مت لیا کرو ورنہ میرے غصہ کو برداشت نہیں کر پاؤ گی .۔

دور رہیں مجھ سے کیوں بار بار پاس آتے ہیں میرے۔اسے دور کرنے کیلیے ادھ مری سی ہو رہی تھی جو اسے اپنے بازوں کے حصار میں یک ٹک دیکھے جا رہے تھا۔

وجدان کی سرد سانسوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس ہوتے ہی عینا کے جسم میں کپکپی سے طاری ہونے لگی تھی۔

مجھ خود سے دور جھٹکا مت کرو تمہارے وجود سے مل کر یہ وجود مکمل

ہوتا ہے بہت بے بس ہو گیا یار تم پر میری انا تک قربان ہو چکی تمہارے

سامنے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لو گا بس مجھ سے دور مت ہو یہ دل تمہارا

غصہ ناراضگی لڑنا سب برداشت کر سکتا لیکن تمہارا مجھ سے دور جانا

نہیں معافی نہیں مل سکتی مجھے کیا ساری زندگی ہم۔ایسے ہی گزار دیں

گے۔

وجدان نے بالوں میں منہ چھپائے اتنے آنسو کو بہنے کا جیسے رستہ

دیکھایا تھا

اپنے گردن پر نمی محسوس کرتے عینا حق دق رہ گئ تھی بولتے ہوئے

اسکی لب اپنی گردن پر محسو ہو رہے تھے۔

کس کس بات کی معافی چاہتے مجھ اس بات کی معافی دو کے آپ نے

میری عزت لوٹی یا اس بات کی زبردستی نکاح کیا تھا مجھ یا پھر اس بات کی

اپنی ضد اور انا کی تسکین کیلے دی گئی اذیتوں کیلے معاف کرو وجی بتائیں مجھے بہت بُڑے ہے آپ ہر بار نئی اذیت دیتے کاش میرا کوئی ہوتا جو اس درندوں کی بھری دنیا میں میری خفاظت کرتا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اسکا اسطرح سے رونا وجدان سے سینے سے لگاتا اسکے کمر کو سہلانے لگا۔

وہ اسکے ہاتھ جھٹکنے لگی لیکن آہستہ آہستہ یہ مزاحمت بھی دم توڑ گئی۔

کافی دیر بعد وجدان نے سینے پر جھکے سر کو دیکھا تو وہ مکمل طور غنودگی میں تھی۔ شائد کمزوری کی وجہ سے وہ اسطرح غنودگی میں تھی ورنہ اب تک اسے جھٹک کر دور کر چکی ہوتی۔

یہی سوچ کر ایک تلخ مسکراہت چہرہ پر آئی جیسے بویا تھا کاٹنا تو وہی تھا

اسے نرمی سے اپنی باہوں بڑھتا اسے بیڈ پر لیٹاتا کمفرٹ اسے سینے تک کرتا اسکے چہرہ پر بال ہٹاتا اسے دیوانہ وار دیکھے گیا جیسے ہر نقش کو حفظ کر رہا ہو۔

تمہارے ہر درد کو دور کردو جتنی تکلیفیں دی ہے ان کا مداوا کرنے کی پوری کوشش کروگا۔ تمہارے ہر خواب کی سیڑھی بنوگا میں تمہیں ہر پل ہوش رکھنے کیلیے وجدان اب کچھ بھی کر گزرے گا۔

اسکی گال پر ہونٹ رکھتا وہ ہوا بولا۔ اسکے لمس کی شدت پر عینا نے نیند میں پہلو بدلا۔ وجدان نے ہوش سنبھالتے اسکے سر پر بوسہ دیتا اٹھا خود لیپ ٹاپ پر زمینوں کا کام کرنے لگا۔

صبح اذان کی آواز پر مندی مندی آنکھیں کھولی تو خود کو وجدان کی گرفت میں پایا جو اسی کسی تکیے کی طرح دبوچے ہوئے تھا۔

عینا نے لمیپ کی روشنی میں اسکے خدوخال کا جائزہ لیا بلاشبہ وہ حسین مرد تھا آنکھ کے پاس چھوٹا سا تل جو وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔اسے دیکھتے ہی پہلی بار ایک بیٹ مس ہوئی تھی۔وہ ہاتھ لے جا کر چھوتی کے اذانوں کی آواز پر وہ پہلی والی کیفیت سے بیدار ہوئی۔اپنی لمحے بھر والی کیفیت پر سو سو بار لعنت بھیجی

اور خود کو بامشکل اسکے شکنجے سے نکالا۔اس سارے عمل میں سانس تک پھول چکی تھی۔

وہ دوپٹہ لیتی اٹھی کے دوپٹہ کو پیچھے کھینچنے پر مڑ کر دیکھا جہاں وجدان جاگا ہوا اسکے دوپٹہ کو پکڑ چکا تھا۔

کیا مسئلہ ہے۔عینا نے دانت پیسے دل تو چاہ رہا مار مار کر بھرتا بنا دے جو میسنا جاگے ہونے کے باوجود اسے جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا۔

کیا مجھے ساتھ نماز پڑھاؤ گی ؟ وہ جو اسکی بات پر کھڑی سنانے والی تھی۔اسکی بات پر نفی نہیں کر سکی۔

وہ دونوں وضو کرتے جائے نماز بچھائے عینا اس سے تھوڑا سا پیچھا ہو کر جائے نماز بچھائی۔

وجدان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی یعی وہ اسکی امامت میں نماز ادا کرنا چاہتی تھی۔

وہ جیسے جیسے نماز ادا کر رہی تھی وجدان نے بھی اسی طرح نماز ادا کی۔

نماز ادا کرتے ہی جب دعا کیلے ہاتھ اٹھائے کے وہ بھرپور مرد ہچکیاں لیتا خدا سے اپنی گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا

اسے اسطرح روتے دیکھ کر عینا خاموشی سے گلاس وال کا دروازہ ان لاک کرتی بالکنی میں چلی گی کیونکہ وہ اس کے اسکے اللہ کی گفتگو کے درمیان نہیں آنا چاہتی تھی۔

۔۔۔۔

وہ سب ناشتہ کر رہے تھے ایک گہری خاموشی تھی جو چھائی تھی ملازم سر جھکائے کھڑے تھے۔

تم کچھ غیرت باقی ہے یا نہیں کتنے دن سے تمہاری بیوی لاپتہ ہے نا اس کا کوئی سراخ مل رہا ہے۔

وجدان نے اپنے ہاتھ میں پکڑا جوس کا گلاس فرش پہ دے مارا۔

خدارا بس کر دے مجھے مجبور مت کریں کے میں کچھ ایسا بول جاؤ گی کے سوال میرے تربیت پر اٹھ جائے مجھ سے ہزار بار بولے گے تب بھی میرا یہی جواب ہوگا کے میں اسے طلاق دے چکا ہوا۔

اب وہ جیسے میرے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔عینا چادر لیکر پانچ منٹ میں پہنچوں میں گاڑی میں ویٹ کر رہا ہو۔جتنے غصہ سے وہ پہلے بات کر رہا تھا۔اتنی نرمی سے وہ عینا سے مخاطب ہوا جو ڈر کے مارے بھاگ کر سیڑھیاں سے کمرے میں چادر اٹھانے گئ تھی۔

وجدان کے ہونٹ اسکی پھرتی پر مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

ناشتہ کرتے ہی وجدان کام کے سلسلے میں حویلی سے جا چکا تھا۔

عینا بوکھلائی سی تھی کوئی بات کرنے کو تھا نہیں کسی نوکرانی کو بولتی تو وہ آگے جی بی بی کے سوا جیسے بولنے کی اجازت نا تھی۔

اوپر سے ساس سے وہ کیا بات کرتی بے شک انکی اور اسکی سوچ میں فرق تھا۔اس لیے ان کے پاس کچھ اچھا وقت گزار کے وہ روم میں چلی آئی اوپر سے طبعیت الگ بوجھل ہو رہی تھی ہر شے سے جیسے دل اکتا گیا تھا۔

وہ اتنے بڑے گھر میں سارا دن رہنا سے بہتر تھا کوئی مصروفیت ڈھونڈتی ۔ویسے بھی وجدان اسے کہہ چکا تھا کے وہ جو چاہے مرضی کر سکتی۔ اس لیے وہ دوبارہ سے اپنی تعلیم شروع کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اسلیے وہ شام کو وجدان سے بات کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

یہ منظر تھا لندن کا جہاں گھپ اندھیرے میں کسی مرد بھیانک سسکیاں گونج رہی تھی۔اور اسکے سامنے بیٹھا شخص پل پل اسکی تڑپ پر گہرا مسکرا رہا تھا۔

اسکے ساتھ کھڑے سیکرٹری کو سامنے کرسی تر پڑے شخص پر ترس آرہا تھا جس نے جانے انجانے میں زیشام شاہ کے غرادری کر کے خود موت کو دعوت دی تھی۔

م ج جھے م عاف کر دے سر ۔۔ چہرہ خون سے بھر اپڑ ا پاؤں ہاتھوں کی انگلیاں ڈرل سے کاٹ دی گئ تھی ۔

زیشام شاہ کی ڈکشنری غرداری کی سزا سوائے موت کے کچھ نہیں ۔

اور تم نے میرے بزنس ڈیل کی انفور میش لیک کر کے خود سزا ہی سزا تجویز کر لی ہے ۔

اپنی بھاری آواز میں ایک ایک لفظ کہتے اگلے ہی لمحے اسکی شاہ رگ پر چاقو چلا چکا تھا ۔

ٹھکانے لگاؤ اسے ۔ چا قو اسکی جانب پھینکتا وہ باہر نکل گیا

ایسے لگتا ہے میں یہاں اُفس ورک کرنے نہیں لاشیں ٹھکانے لگانے پیسہ لیتا ہو ہو نہوں میری ساری زندگی لاشیں اٹھانے گزرے گی ۔ سیکر ٹری دہائی لیتا ابھی وہی بیٹھا تھا ۔ کے کڑک آواز پر جلدی سے بھاگا ۔

پانچ منٹ ہے لاش ٹھکانے لگا کر پہنچو۔

وہ زیشام شاہ جس کا سکا پوری انگلینڈ میں چلتا دنیا کا جانا مانا بزنس مین۔

اسکی نس نس میں عورتوں کیلیے نفرت تھی یہاں تک کے اسکی کسی برانچ میں عورت کو جاب تک نہیں دی جاتی تھی۔

اسکے اپنے اصول تھے۔

وہ اٹھائیس سالہ زیشام شاہ جس نے چھوٹی سی عمر میں اپنی بزنس ایمپائر کھڑی کی تھی سرخ مائل ہونٹ فرنچ داڑھی کھڑی ناک گالوں پر پڑتے ڈمپل

گہری سبز آنکھیں وہ یونانی دیوتا تھا جسے لوگ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے

۔اسکے سیکرٹری کے مطابق وہ چلتا پھرتا روبوٹ ہے جس کے اندر کوئی فیلنگ نہیں

وہ اپنے دشمنوں کے لے حد سے بڑھ کر سفاک تھا۔

عینا۔وجدان کی آواز پر بیڈ شیٹ چینج کرتی وہ رکی

جی۔واشروم سے شاور لیتے وجدان کی آواز پر وہ بامشکل بول سکی۔

یار میرے کپڑے باہر رہ گئے وہ دیں دو جلدی سے ورنہ مجھے ایسے آنے

میں کوئی مسیلہ نہیں۔اسکی شرارتی آواز ابھری

می میں ل۔لاتی ہو۔عینا جلدی سے الماری کے پٹ کھولتی ڈریس

نکالنے لگی ورنہ اسکا کیا پتا وہ ایسے نکل آتا تو۔

یہ لے لیں۔عینا نے واشروم کے دروازے سے کپڑے پکڑانے چاہے

کے وجدان نے بجائے کپڑے اٹھانے کے اسے بازوں سے پکڑ کر اپنی

جانب کھینچی

کے اس اچانک ہوئی واردات پر وہ دم سادھے ہونق سے اسے دیکھ رہی

تھی جو جینز پہنے بغیر شرٹ کے اسکے سامنے کھڑا۔

ہوش سنبھلے کے اسے اسطرح دیکھ اسکی چہرہ پل میں لال کندھاری ہوا تھا جیسے بھانپ چھوڑے لگا تھا۔پٹ سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرتی اسکا ہاتھ بازوں سے ہٹانے لگی۔

چھ چھ چھوڑیں۔مجھے۔اسکی سینے کا حصہ بنے وہ اسے دور نہیں کر پارہی تھی۔

جانم آنکھیں کھولو اور دیکھ لو تمھارا ہی ورنہ اسطرح سے آنکھیں بند رکھو گی تو گستاخی نا ہو جائے۔اسکی بے باک باتوں سے تو اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔پٹ سے آنکھیں کھولی۔

وجدان کی نظریں اسکے کپکپاتے گلابی ہونٹوں پر تھی جن پر وہ دانتوں سے ظلم کر رہی تھی۔

نا نا میری جان میری امانت میں خیانت مت کیا کرو۔انگوٹھے اسکے ہونٹوں کو دانتوں سے آزاد کروایا۔

اگلے ہی پل اپنی کمر کے پیچھے لگے شاور کو وہ اون کر چکا تھا

پانی چہرہ پر پڑتے ہی عینا نے منہ کھولے سانس لینے کی کوشش کی کے وجدان نے سلگتے ہونٹ رکھتے ہی اسے سٹپٹانے پر مجبور کیا تھا اوپر سے کمر پر رینگتے ہاتھ دھڑکنیں معمول سے بڑھی جیسے طغیانی مچا رہی تھی۔وہ اپنے ہاتھوں سے اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جو اسکے لمس پر مکمل طور بہکا اسے جیسے چھوڑنا بھول چکا تھا۔

شاور کے نیچے ہونے کی وجہ سے وہ دونوں مکمل طور پر بھیگ چکے تھے ۔ٹھنڈا پانی اور وجدان کے شدت بھرے لمس سے اسے لگا وہ ابھی گر جائے گی کے وجدان کے کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے وجود کا حصہ بنایا تھا۔

اسکی کم پڑتی سانسوں کو محسوس کرتے دیکھ کر اسکے ہونٹوں کو چھوڑتا اسکی گردن پر جگہ اپنے ہونٹوں سے مہکانے لگا۔

عینا بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپتی اسے دور کرنے سے ہلکان ہو رہی تھی۔اسکی بے باکیاں اور سرد لمس اسے لگا وہ بے ہوش ہو جاے گی۔

مقابل نے رحم کھا کر اسے اپنی گود اٹھاتا باہر لایا جو مکمل طور پر بھیگی اس کیلیے سراپہ امتحان بن چکی تھی۔

اسکے سردی سے کپکپاتے لب دیکھ کر اسے جیسے گلے میں کانٹے سے چھبتے محسوس ہو رہے تھے۔لیکن اسکی حالت دیکھ کر وہ زہر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

اس نیلے پڑتے ہونٹ اور جسم لرزاہت اب پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی

۔

وجدان نے ڈرائر سے صوفے پر بیٹھی عینا کے بال سو کھائے الماری سے کپڑے نکال کر اسے پکڑائے۔

لیکن اٹھتے ہی اسے چکر آئے گرتی کے وجدان نے پکڑ کر واشروم میں لایا۔

اگر کوئی مسئلہ ہو تو بتانا میں باہر کھڑا ہو۔ وہ اب شرمندہ ہو رہا تھا وہ اسے بھیگا تانا اسکی حالت ایسی ہوتی۔

وہ دراوزہ پر ہی تھی کے عینا نکلتی نظر آئی جو شارٹ ریڈ شرٹ نیچے ریڈ پلازو پہنے اس پر جیسے بجلیاں گرا رہی تھی۔

چہرہ پر تھپڑ مارتا خود کو سنبھالتے اسے گود میں اٹھا کر بیڈ پر لیٹایا اسکا کمبل درست کرتا اس کیلیے گرم دودھ اور میڈیس لیکر آیا تاکہ اسکی سردی کم ہوسکے۔ وہ حیران تھا کے وہ نازک جاں گرمی مین بھی اتنا ٹھنڈا پانی برداشت نہیں کر پائی تھی۔

اسکے سر بوسہ دیا اور ہلکے ہلکے سے اسکے بالوں پر انگلیاں چلانے لگا

یہ میں کیا سن رہا ہو تم بہو کو پڑھانے لگے ہو۔ شمشیر صاحب کو جب سے پتا چلا تھا انہیں تو جیسے کسی نے کانٹوں پر گھسیٹ لیا تھا۔

بابا اگر وہ پڑھنا چاہتی تو کیا مسئلہ ہے پڑھنے دیں۔ وہ دونوں باپ بیٹا آمنے سامنے بیٹھے تھا۔

بیوی ہے تمہاری اتنا سر پر چڑھانے کی ضرورت نہیں کے تمہارے ہی سر پر خاک ڈال دے۔ انکی بات پر غصہ رگیں تنی تھی بے ساختہ
مٹھیاں بھینچی

بابا۔

مجھ پر دھاڑنے کی ضرورت نہیں جانتے ہو نا جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے تمہاری ماں پر جو ظلم ہوا تھا وہ بھی ایک پڑھی لکھی عورت تھی انہیں مردوں کو لبھانا بڑے اچھے سے آتا اور تمہاری والی کالج جائے گی چار جماعتیں پڑھے گی تو تجھ پر حکومت کرنے کی کوشش کرے گی۔ بیوی

صرف بچے پالنے کے لیے ہوتی ہے اسکے نخرے نہیں اٹھائے جاتے۔

اور وہ مرد نہیں جو بیوی کے پلو سے لٹکا بیٹھا رہے۔

وہ اُخری بات پر گہرا وار کر گئے تھے۔

بابا وہ ایسی نہیں ہے۔وجدان نے جیسے خود کو یقین دلایا تھا۔

بننے مین وقت نہیں لگتا عورت فتنہ ہے اس لیے پاؤں کی جوتی ہے اور جب اوقات سے بڑھ کر دو گے تو یہی جوتی سر پر لگے تیرے اپنے قابو میں رکھو پڑھے لکھے تو نت نئ باتیں سیکھیں جو تیرے لئے بعد مین مسئلے پیدا کر گیے اس لیے کہہ رہا ہو لگا میں ڈال کے رکھ۔وہ خاموشی سے سنتا رہا جیسے اب کہنے کو بچا نا تھا کچھ

اگر وہ چاہتا تو اپنی بیوی پاکیزگی بیان کر کے کسی کو بھی اپنے دوبارہ اپنے رشتہ میں دڑاڑ ڈالنے سے روک سکتا تھا۔ایک عورت کی عزت اسکا شوہر بناتا ہے اور اسکے کردار پر سوالیہ نشان بھی اسا شوہر ہی لگاتا ہے۔

کیا کریں گا وجدان کیا اپنی محبت کو سرخرو کر سکیں گا۔؟

یا اپنے انا کے پرچم کو بلند رکھے اسے روندھ دیں گا؟

... زَخم دے کر نہ پُوچھو درد کی شدّت

درد تو درد ہوتا ہے تَھوڑا کیا زیادہ کیا۔

امی بات تو سنے ایسے کیسے رخصتی ہوسکتی ہے۔ماں کی بات اس کے لیے شوک سے کم نہیں تھی جو بجائے اس پر توجہ دینے کے اس کا سامان باندھ رہی تھی۔

نکاح تیرا ہو چکا ہے وہ بھی تیرا اپنا گھر تو تجھے کیا مسئلہ ہے۔انہوں نے اسے آنکھیں دکھائی۔

کیا مطلب میری کوئی خواہش نہیں اب رشتہ داروں میں قریب بیاہ دیا ہے تو کیا اسی طرح اٹھا کے دے دیں گی۔ایما کی آواز بھری تھی۔

شکر کر تیری خالہ نے لے لیا ورنہ تیرے جیسے نکمی اولاد تو کوڑے میں پھینکنے والی تھی۔دیکھ ایما تیری خالہ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے اب جب انہیں ضرورت ہے تیری تو تجھے اپنے سجنے سنورنے کی پڑی ہے حماد کا تجھے پتا ہے وہ گھر کم ہوتا ہے اس لیے یہ جو شوق پالیں ہے نا وہاں اپنے شوہر کے گھر پورے کر لینا۔میری تربیت پر انگلی مت اٹھوانا۔

انہوں نے جیسے بات ختم کر ڈالی۔

شوہر کے گھر لڑکی نہیں بیوی جاتی ہے اگر اس نے بھی یہ کہہ دیا کے اپنے ماں باپ کے پاس شوق پورے کر کے آتی تو۔آپ ماں باپ بھی ساری زندگیوں بیٹیوں کی خواہشیں پوری کر کر ان ساری خوشیاں کا

حساب چند پلوں میں پورا کر لیتے ہیں۔ خوش رہے اب مر بھی گئی نا گھر واپس آکر آپ لوگوں کی تربیت کو شرمندہ نہیں کرو گی۔

حماد کی آواز آنے پر وہ سر پر دوپٹہ لئے بنا ان پر ایک نظر ڈالے باہر کی جانب گئی۔

انکا اور حماد کا گھر دس سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا۔اس لیے حماد اسے بائیک پر لینے آیا تھا۔

وہ شائد پہلی دلہن تھی جسکی رخصتی بنا کسی باراتی کے ہوئی تھی وہ بھی بائیک کر۔

وہ بے شک خوش تھی لیکن ایک لڑکی ہونے کے ناطے کچھ خواہشیں تھی جو دل میں ایک چھبن سی اختیار کر گئی تھی۔

حماد نے کیری اسکے ہاتھوں سے پکڑتے اپنے آگے رکھا تو ایما خاموشی سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے بیٹھ گئی۔

نقاب کرو۔ وہ بائیک کو کک مارتا بولا۔

ک ک کیا۔ وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی جو سرد نظروں سے اسے گھور رہا تھا مقابل کے تاثرات اسے شائد سمجھ نہیں آئے یا پھر وہ اسکی باتیں سن چکا تھا یہ سوچتے ہی ایمانے ڈر سے تھوک نگلا۔

میں نے تمہیں کیا بولا ہے نقاب کرو تمہاری بالوں کی ایک لٹ تک نظر نہیں آنی چاہیں۔

اسکے غصہ کرنے ایمانے جلدی سے کپکپاتے ہاتھوں سے چہرہ کو چادر سے ڈھکا۔

۔۔۔۔۔

جیک کیا مسئلہ ہے کیوں روٹھی محبوبہ بنے ہوئے ہو۔ زیشام نے ایش ٹرے پر سگریٹ کو مسئلتے ہوئے پوچھا۔

سر کیا آپکا پاکستان جانا ضروری ہے۔ایک جیک ہی تو تھا جس سے وہ ذرا نرمی سے بات کرتا تھا ورنہ وہ باقی سب کیلیے ایک ریبورٹک مشین کی طرح تھا۔ اُفس والوں کا کہنا تھا کے وہ ایموشن لیس انسان جس کے اندر دل نام کی شے موجود نہیں۔

اب ہی تو ضروری ہے میرے جائز برادر اور اسکے باپ کو تڑپانے کا وقت ہوا چاہتا ہے ایسی جگہ لا کر ماروں گا کے پانی کی ایک بوند تک ترسیں گے بہت شدت سے ایک ایک پل گزارا ہے میں نے ان کی سانسیں چھیننے کیلیے۔ میری شام کی فلائیٹ ریڈی کرواؤ اور یہاں کسی کو میرے جانے کی اطلاع نا دینا۔اسکی آنکھوں کی سرد مہری اور لال ٹپکاتی نیلی آنکھیں کسی کو بھی مارنے کا ہنر رکھتی تھی۔

چلیں۔وہ تیار ہوتی ڈریسنگ روم سے نکلی آنکھون میں الگ سی چمک تھی جو کسی کو بھی اپنے حصار میں لے سکتی تھی۔

وجدان نے ایک نظر اس پر ڈالی تو جہاں کا تھا وہاں کھڑا رہ گیا نینوں میں کجلے کی دھاڑ اور پلکوں لگا مسکارا ہونٹوں لگا پنک لپ گلیوز ہاتھوں میں بلیک چوڑیاں کانوں میں چھوٹی چھوٹی جھمکیاں گلے میں لاکٹ بلیک کلیوں والی فراک سر پر دوپٹہ جمائے دولٹوں آوارہ سی چہرہ پر گردش کر رہی تھی۔

کہاں۔بے خودی سے دیکھتا بولا۔

اسکی نظروں کی تپش پر سانولی رنگت میں سرخیان گھلی تھی۔

وہ ایڈ میش کیلیے۔ساری خماری ہوا ہوئی تھی وہ تو سمجھا تھا وہ اسکے لیے تیار ہوئی تھی۔

آج تک میرے لئے اتنا بن سنور کر نہیں آئی پھر یہ تیاری کس کے لیے کون ہے وہاں جسے دکھانا۔اپنے انگوٹھے اسے اسکی ہونٹوں پر لگے لپ گلیوز کو مسلتا بولا دل پر جیسے بھانبڑ سے جلے تھے وہ اپنے غصہ میں بیوی کے کردار کی پل میں دھجیاں ادھیڑ گیا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہیں دور ہٹے مجھے۔وہ غراتی اسے خود سے دور کرنے کیلیے

نہیں ہو سکتی دور مجھ سمجھ آئی بالکل نہیں تم صرف میری ہے میرے سوا تمہیں دیکھنے کا حق کسی کو نہیں۔اسکے بالوں گدی سے پکڑتا چہرہ کو اتنے چہرہ کے قریب کرتا پھنکارا۔

نہیں ہو آپکی کھلونا سمجھ لیا ہے مجھے اپنا۔اسکے مضبوطی سے بالوں کو جکڑے ہوئے تھا کے مقابل کو لگا بال جڑ سے اکھڑ جائے گے۔عینا پورا زور لگاتی اسے خود سے دور کرتی کمرے سے بھاگی۔اس آج پھر سے

خوف آیا تھا مقابل سے اسکی آنکھوں کی سرخی نے عینا کو کپکپا کے رکھ دیا تھا

وجدان نے ایک ہی جست میں اسکی پیٹ پر ہاتھ رکھتے اسے خود کی جانب کھینچا۔

تم میری ملکیت ہو سمجھ آئی تم نے دور جانے کی کوشش کی تو جان لے لو گا تمہاری۔ اکی گردن کے پچھلے حصہ پر دانت گاڑتے ہوئے کہا۔

عینا کیلئے اپنے قدموں پر رہنا محال ہو رہا تھا۔

تم سے معافی کا طلبگار تھا لیکن تم اس قابل نہیں کے معافی مانگوں تم سے یہ حسن یہ جلوہ یہ سب کس کیلیے تھا۔ کسی اور پسند کرو مجھے چھوڑوں گی تمہاری جسم کے ہر حصے پر اپنے نام کی موڑ لگاؤ گا تا کہ اگلی بار کسی اور کے بارے میں سوچنے سے پہلے تمہاری روح کانپ جائے۔ اتنا کہتے ہی اسے

بیڈ پر دھکا۔وہ ابھی سنبھلتی کے وجدان نے اپنا سارا بوجھ اس پر منتقل کیا۔

نہیں وجدان خدا کیلیے ایسا مت کرو میں ایسی نہیں ہو پلیز ایسا مت اپنے کندھے سے سرکتی شرٹ اور اسکے ہونٹوں کا لمس عینا کو جیسے کسی اندیکھی آگ میں جلا رہا تھا۔

میں اب کبھی تیار نہیں ہو گی قسم لے لیں بس آج معاف کر دے۔

اسے رکتے نا دیکھ عینا نے پھر سے الفاظ دہرائیں۔

آج نہیں ئج تمہاری ایک نہیں سنو گا۔اسکے ہونٹوں پر بے باکی سے اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

کافی دیر تک مزاحمت کرنے پر عینا نے تھک ہار کر خود کے جیسے حالات کے حوالے کیا تھا اسکا ایکٹ پر وجدان۔کے۔چہرہ پر مسکراہٹ آئی تھی۔

کیا یہی خوشیاں تھی چند پل کی اسے کب خوشیاں راس آئی تھی شوہر نے پل میں عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا۔ ابھی تو وہ پوری طرح خوش بھی نہیں ہوئی کیا یہی اتنی ہی مدت تھی اسکی خوشیاں کی۔ یہ سب سوچتے ہوئے آنکھوں سے آنسوں قطاروں کی صورت بہہ نکلے۔

وہ کرب سے سوچ کر رہ گئی

اپنی مرضی سے بھی دو چار قدم چلنے دے

زندگی! ہم تیرے کہنے پہ چلے ہیں برسوں

وجدان کی آنکھیں کھولی تو ساتھ سکڑی سمٹی عینا کو پایا جس کے چہرہ پر درد عیاں تھا اسکے کندھے اور گردن پر نظر آتے دانتوں کے نشان نے

اسے شرمندگی کی انتہا گہرائیوں میں پھینکا۔ غصہ ختم ہوا تھا تو اسکی کی گئی منتیں واسطے یاد آئے وہ کتنی بے بس تھی۔

اور وہ ہر بار اسکی بے بسی بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔ وجدان نے اسکی گیلی پلکوں کو چھونا چاہا تو ہاتھ گالوں کو چھوئیں۔

اسکا جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ جلدی سے اٹھتا نیچے کی طرف بھاگا رات کے وقت ہونے کی وجہ سے کوئی بھی موجود نا تھا کچن میں داخل ہوتا وہاں سے ایک باؤل لیکر اس میں آئس کیوب ڈالے کمرے کا رخ کیا۔ کپڑے کے ٹکڑے کو بھگوئے اسکے ماتھے پر پٹیاں بناتے رکھنے لگا۔ کچھ دیر عمل کرنے کے بعد کچن سے دودھ کا گلاس اور ساتھ بریڈ لیکر آیا عینا کو نرمی سے اٹھاتا اسکے منہ کے ساتھ دودھ کا گلاس لگایا وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے دودھ اور بریڈ کے ٹکڑے بامشکل نگل گئی۔

پھر اسے میڈیسن دیتے وقفہ وقفہ وہ اسکا بخار چیک کرتا رہا جس کا زور اب کم ہو چکا تھا۔ اسکے بخار کم ہونے پر سکھ کا سانس لیا۔

وجدان ان لوگوں میں سے تھا جو غصہ میں بول کر بعد میں پچھتانے والوں میں سے تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا انسان کا غصہ انسان کی عقل کو کھا جاتا اور اس وقت وہ اپنے لفظوں کسی روح تک مار سکتا ہے اب اسکا خیال رکھنا عینا کی قدر کرنا اس کے دیئے گئے زخموں کا مداوا کرنے کیلے ناکافی تھا

۔۔۔۔۔

اس نے پاک سر زمین پر قدم رکھے تو کئی تلخ یادوں دماغ میں دہرائی تھی دیک تلخ مسکراہت چہرہ پر در آئی آنکھ کا کونہ بھیگا۔ جسے نا محسوس انداز میں گلاسس کے اندر سے ہی صاف کر لیا گیا تھا۔

سلام سر۔ وہ کچھ سوچتا کے نوکر نے آکر سلام کیا۔

سر ہلا کر جواب دیتا اسکے ساتھ چل پڑا۔

میرا کمرہ ریڈی کروادیا تھا۔ موبائیل پر کال کرتے ہوئے پوچھا۔

ٹھیک ہے حویلی میں کسی کو آگاہ مت کرنا میں خود اپنے باپ کو سرپرائز دینا چاہتا ہو۔ آگے سے کچھ کہا گیا جسے سنتے وہ کال کاٹ گیا۔

گاڑی حویلی میں داخل ہوئی تو حویلی میں کسی کی ہمت نہیں ہوئی گاڑی کو روکنے کی کیونکہ وہ حویلی کا مالک تھا۔۔

زیشام نے بلیک چمچماتے شوز کے ساتھ قدم۔ باہر نکالے بلیک جینز پر بلیک شرٹ پہنے آنکھوں پر شیڈز لگائے وہ پٹھانی انگریزی نقوش والا ایک حسین شہزادہ لگ رہا تھا۔

تم تم میرے گھر کیا کر رہے۔ وجدان سیڑھیاں اترتا نیچے کی جانب آرہا تھا لیکن سامنے والے کو دیکھ کر وہ آتے ہی اسکے گریبان۔ پکڑتا کے مقابل نے ایسا ہونے نہیں دیا۔

نانا اپنے یہ غلیظ ہاتھ مجھ سے ٹچ مت کرو یو نو مجھے گندگی سے الرجی ۔ مقابل کے لہجہ جتنا نرم تھا الفاظ اس قدر آگ لگانے والے تھے۔

تم نا جانے کس کا گندہ خون ناجائز اولاد تم مجھے گالی دو گے ہمت کیسے ہوئی۔ وجدان نے اسکے چہرہ پر مکوں کیبر سات کی تھی۔

میری ماں کو گالی مت دینا ورنہ یہ نا تمہاری ٹکڑے کسی گندگی کے ڈھیر سے ملنے کے قابل نا رہے زیشام شاہ نے اسکے واروں کو ناکام بناتے

اسکے ہونٹ پر شدت سے مکا جڑا۔ان دونوں کی لڑائی پر نوکر خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔وجدان کے والد اس وقت گھر موجود نا تھے وہ تو شائد ایک دوسرے کی جان سے ہی مار دیتے۔

زیشام بچہ۔زیشام غصہ میں پھر سے حملہ کرتا کے کسی نیک ہستی کی آواز پر غصہ اڑن چھو ہوا تھا اسکی جگہ اب نرمی تھی۔

زیشام اسے پیچھے کرتا اماں کے پاس آتا ان کے دونوں ہاتھوں پر بوسہ دیا۔

آپ کبھی میری ماں نہیں بن پائی۔وہ زخمی نظروں سے دیکھتا باہر کی طرف نکل گیا اور ماں اسکی نظروں سے تڑپ کر رہ گی تھی۔

مومی لگتا میرے آنا پسند نہیں آیا آپکو۔ان کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہاں۔

چل ہٹ بد معاش ناہو تو میرا سوہنا بچہ۔انہوں نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو اسکے چہرے پر سکون سا چھایا۔

۔۔۔۔۔

کھانا کیوں نہیں بنایا یا اب ماں اس حالت میں کھانا بنائے گی۔وہ ماں کو کچن میں کھڑے دیکھ کر سخت تیش سے گویا ہوا۔

وہ وہ میں۔

بس پتا تو ہے بچی کو کھانا نہیں بنانا آتا پھر کیوں سنا رہے ہو اسے۔ایما کچھ بولتی کے خالہ بول اٹھی۔

امی بس کریں آپ یہ یہاں اس لیے موجود ہے آپکی خدمت کر سکے نا کے خود روٹیاں توڑنے کیلیے۔وہ تلخی سے گویا ہوا۔تو آنسو بھری نظروں سے دیکھتی روم میں بھاگ گی

میرا منہ مت کھلواؤ یہ تمہاری رنگ ڈھنگ بدلیں ہے نا میری ایک جوتی کی نظر ہے پہلے سے جانتے اسے کھانا بنانا نہیں آتا تو ایک دن میں کس الہ دین کے چراغ سے وہ سیکھ لیں گی میری بات یاد رکھنا وہ تمہاری بیوی بعد میں میری بھانجی پہلے اس لیے اس پر حکم چلانے کی کوشش مت کرنا ورنہ بوریا بستر اٹھا کے جا سکتے۔

ماں آپ میری ہی اماں یا اسکی۔ وہ تو ان کے تیور دیکھ کر رہ گیا

بی بی سرکار وہ چائے تیار ہے۔ نوکرانی کے کہنے پر انہوں نے سر ہلایا۔

عینا بچے ادھر آؤ خیریت تھی آج صبح سے کمرے سے باہر نہیں نکلی طبیعت ٹھیک ہے۔ انہوں نے سیڑھیاں اترتی عینا کو آواز دے کر بلایا۔

عینانے بس سر اثبات میں ہلایا وہ انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی

کوئی کام تھا آپ کو۔

ہاں ذرا یہ چائے زیشام کو دے آؤ۔ان کی بات پر عینا نے الجھی نگاہوں

سے انہیں دیکھا تھا۔

وجدان کا بھائی ہے باہر سے آیا وہ ملازمہ کو کمرے میں جانے نہیں دیتا

اس لئے تمہیں بولا ہے مل بھی لینا اور چائے دے دینا ویسے بھی تم اس

سے ملی نہیں انہوں نے تفصیلا آگاہ کیا۔

انکی بات پر عینا مرتی کیا نا کرتی کے مصادق مرے مرے قدم اٹھاتی

ٹرے میں کپ رکھیں دوسرے پورشن کی طرف داخل ہوئی جس کو

ہمیشہ سے لاک رکھا گیا تھا۔

آہستہ سے نوک کیا

کم۔ان۔بھاری مردانہ آواز سن کر وہ تھوڑی سی کنفیوز ہوتی روم میں داخل ہوئی۔

بلیک اینڈ گولڈن تھیم سے بنا کمرہ الگ ہی نظارہ پیش کر رہا تھا۔اتنا خوبصورت کمرہ کے دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا۔عینا کے مطابق تو اسکے گھر کے صحن جتنا تو یہ کمرہ تھا بے شک حویلی کے سب کمرے ہی بڑے تھے لیکن یہ تو سب سے منفرد تھا۔عینا نے چائے سامنے ٹیبل پر رکھی اور اسے دیکھا جو اسکی طرف پشت کئے کھڑا تھا۔وہ بس اسے سلام دے کر جانا چاہتی تھی عجیب سا دھڑکا تھا جو دل کو لگا تھا۔

وہ فون بند کرتا مڑا کے کسی انجانے چہرہ کو دیکھ کر پل کیلے ساکن ہوا لیکن کچھ سوچتے غصہ سوا نیزے پر پہچا تھا۔

زیشام نے عینا کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بنا اسکے گلے کو دباتا زور سے دیوار پن کر چکا تھا یہ سب اس قدر جلدی میں ہوا کے عینا کو کچھ سمجھنے کا موقع تک نا ملا۔

کون ہو تم ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے میں داخل ہونے کی۔ وہ گلے پر اپنی انگلیوں کا زور اور بڑھا گیا۔ عینا کا آنکھیں ابلنے کو تھی چہرہ پل میں زرد پڑا تھا۔

اسکی حالت دیکھتے ہی زیشام نے جھٹکے سے چھوڑا جو کھانستی ہوئی نیچے بیٹھ گئی۔

میں نے پوچھا ہے کون ہو تم میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں۔

وو جحبدا ان کی بیو وی۔ آآپ سسے م لنے آئی تت ھی۔

اٹکتے ہوئے بامشکل الفاظ ادا کر پائی۔

تمہیں میں پاگل نظر آتا ہو اس کمینہ کی بیوی کو میں اچھے سے جانتا ہو بتاؤ کون ہو تم ورنہ تمہاری جان لے لوگا۔اسے بازؤں سے پکڑ کر اتنے روبرؤ کیا تو کچھ پل کیلیے تو اسکے چہرہ کی معصومیت پر کھو سا گیا تھا سادگی میں اتنی کشش ہوتی ہے یہ آج پتا چلا تھا۔

دوسری بیوی ہوانکی معاف کر دے غلطی ہو گی آئندہ اسطرف کا رخ نہیں کروگی۔اسکی بات زیشام کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو عینا ساری قوت لگاتی کانپتی ٹانگوں سے باہر کی جانب بھاگی۔

دوسری بیوی ہو نہوں جیسا باپ ویسا بیٹا۔ایک تنزیہ مسکراہٹ چہرہ پر در آئی تھی۔

اس دن کا سوچتے ہی اسنے بے ساختہ جھجھڑی سی لی تھی۔

--

دن تو جیسے پر لگا کر اڑ رہے تھے عینا نے خود کو حالات کے دھاڑے چھوڑ دیا تھا بس خاموشی سے اپنے شوہر کی حرکات دیکھتی رہتی تھی جو کافی بدلہ ہوا لگتا تھا یا پھر اسے یہ وہم تھا۔

گیلیں بالوں کو تولیہ میں لپیٹے باہر نکلی تو سامنے وجدان کا فون بج رہا تھا۔ دو تین آوازیں دینے پر جب وجدان نہیں آیا تو کچھ سوچتی ہوئی کال اٹینڈ کر گئی۔

ہیلو ہنی کہاں ہو آئی مس یو کب تک اپنی اس سو کولڈ بیوی کے پلو سے چپکے رہو گیے۔ عینا جو ہیلو کرنے والی تھی آگے سے آتی نسوانی آواز نے جیسے کسی نے فرش پر اوندھے منہ گرایا تھا۔ کئی آنسو بے مول ہوتے آنکھوں سے بہہ نکلیں۔

تم نے میرا فون کیوں اٹھایا۔ وہ فون پکڑے کھڑی تھی جب وجدان نے ہاتھوں سے فون چھینا۔ اسکی حالت ایسی تھی جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

کون تھی یہ وجدان۔آنسو صاف کرتی وہ سوالیہ نظروں سے گویا ہوئی
تم مجھ سے سوال کرنے والی ہوتی کون ہو میں تمہارا شوہر ہو تم نہیں
آئندہ مجھ سے سوال کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ گدی سے زبان
کھینچ لو گا۔اپنے کھردرے ہاتھوں سے اسکے بالوں کی چوٹی کو سختی سے
پکڑے وہ ایک ایک لفظ چباتا ہوا بولا۔
تو پھر مجھے بتادے کون ہو میں باندھی ہو یا داسی کیا ہو کیا ساری زندگی
اسی طرح بے مول کرتے رہے گے۔اتنی سختی سے پکڑ پر بھی مقابل کی
آنکھوں میں درد کے تاثرات ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہے تھے وہ
بھی آنکھوں دیکھتی اسی انداز میں بولی۔

تم بیوی ہو اور پریشان مت ہو بس وہ زرا دل کو بھا گئی تھی اس لئے کچھ وقت گزارنا چاہتا ہو۔ بس کچھ دن بعد جب دل بھر جائے گا چھوڑ دو گا یار پتا نہیں کیوں میں ایسا ہو گیا ہو

وہ اسکے بالوں کو چھوڑتا نرمی سے اسکے ہاتھوں پکڑے بتا رہا تھا جیسے وہ اسکی بیوی نے سامنے کوئی دوست بیٹھی ہو۔

تو لے آے اسے گھر چھوڑ دے پیچھا میرا نہیں رہنا چاہتی دے دیں طلا۔

وہ لفظ پورے کرتی کے وجدان نے چہرے پر تھپڑ رسید کیا۔

خبردار جو منہ سے آئندہ ایسا لفظ نکلا جان لے لو گا تمہاری سو آئیں سو جائیں گی لیکن بیوی تو تم ہی رہو گئ تمہیں اپنی زندگی سے کبھی جانے نہیں دو گا۔ اسکے طلاق لفظ سے مقابل کے آنکھوں میں سرخی اتری تھی ۔وہ آخری لفظ کہتا مقابل کو آنکھ مارتا کمرے سے نکل گیا

عینا تو جیسے مردہ نظروں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس نے اس پر خدا کی زمین تنگ کر دی تھی۔

تم جیسا بے حس اور بے غیرت انسان نہیں دیکھا میں نے میرا خدا نے پتا نہیں کیوں تم جیسے فرعون کی رسی دراز کی۔ وہ مقابل کی پشت دیکھتی بڑبڑائی

وہ رات کے ایک بجے کمرے میں داخل ہوا تو اسے جاگتا ہو پایا۔

کیا ہوا ابھی تک جاگ کیوں رہی ہو۔

ایما جو سر درد کی وجہ سے جاگ رہی تھی اپنے سامنے حماد کو دیکھ کر چونکی ان دونوں کا سامنہ کافی کم ہوتا تھا کیونکہ حماد زیادہ تر کام کی وجہ سے گھر نہیں ہوتا تھا یا اس سے چھپتا پھرتا یا پھر اسے ایسا لگتا تھا۔

بتا نہیں تم نے۔ اسکی آواز پر ماضی کے خیالوں سے نکلی۔

کچھ نہیں کھانا لاؤ۔ وہ بیڈ سے اٹھتی گلے میں دوپٹا اوڑھتی ہوئی بولی۔

ادھر بیٹھو اور بتاؤ مجھے کیا ہو۔ اسے بازوں سے کھینچ خود کے مقابل کیا۔

لیکن ایمانے نے ایک نظر اٹھا کر دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔

کیا اپنے ہیمی کو بھی نہیں بتاؤ گی۔ اسے آج اسکی سنجید گی بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ تو سامنے تابڑتوڑ جواب دیتی اچھی لگتی تھی۔

اسکے نرمی سے پوچھنے پر وہ جو کب سے خاموش بیٹھی تھی ایک دم سے رونا شروع ہو گئی۔

بس یار اگر ایسے روتی رہی تو میرا دل بند ہو جائے گا۔ لیکن مقابل ہچکیوں کے ساتھ سو سو کرتی اسکے سینے سے لگی رو رہی تھی۔

اسکی قربت حماد کے پسینہ چھڑوا گئی تھی چہرہ الگ بھانپ چھوڑنے لگا تھا۔

حماد نے اسکے چہرہ کے دونوں اطراف ہاتھ رکھتے اسکا چہرہ سامنے کرتے اسکے ہونٹوں پر جھک گیا ہچکیاں اور آنسو تو مقابل کی جسارت پر رک گئی تھے۔

اور اسکا شدت بھرا انداز جب اسکی سانس رکتی محسوس ہوئی تو اسے چھوڑا جو اس سے نظریں چڑاتی اپنی سانسیں ہموار کر رہی تھی۔

اب مجھے بتاؤ کیا ہوا۔

سر میں درد ہیں۔ وہ منمنائی۔

بس میرا بچہ پہلے کیوں نہیں بتایا چلو میری گود میں سر رکھو میں مساج کرتا ہو آرام آیا جائے گا۔ وہ جانتا تھا کے وہ زرا سا درد برداشت نہیں کر سکتی پتا نہیں وہ اب تک کیسے خاموش رہی تھی۔

لیکن آپ تھکے ہوئے ہیں۔

کچھ نہیں ہوتا اب اتنا نہیں تھکا کے اپنی بیوی کے خیال نا رکھ سکو۔ ویسے بھی صرف بیوی کا فرض نہیں شوہر کا خیال رکھنا کچھ شوہر کو کا فرض ہے ۔

اس سر اپنی گود میں رکھتے اپنے ہاتھوں سے مساج کرنا وہ نرمی لہجے سے بولا۔ اسکی پوروں نرم گرم لمس دل کی دھڑکنوں کو تیز کر گیا تھا

وہ جو صبح صبح اپنی اندر کی وحشتوں سے پریشان حویلی سے نکلا تھا گاؤں کی ہریالی اور سبزہ نے صحت پر کافی اچھا اثر چھوڑا تھا۔
وہ کافی وقت بعد خود بے حد ہلکا سا محسوس کر رہا تھا۔ اسنے قدم واپس موڑے ہی تھے کے ایک نسوانی وجود ٹکرایا۔

سر سر پلیز میری مدد کر دیں میری امی بیمار ہے انہیں ہسپتال لیکر جانا ہے ۔وہ ابھی اسے کچھ کہتا ہے کے جلدی سے بولی۔

تو جا کر بولو کسی کو میری کسی کی خدمت گزاری کا کوئی ارادہ نہیں۔وہ سختی سے کہتا ابھی ایک قدم چلا نہیں تھا کے وہ اسکے قدموں میں بیٹھ گئی ۔

سر پلیز میری مدد کر دے میرا میری ماں کے سوا کوئی نہیں ہے۔اسکی آواز میں درد سا تھا جو اس جیسے شخص کے لے محسوس کرنا ناممکن سی بات تھی پر پھر آتے جاتے لوگوں کی نظریں دیکھتے ہوئے وہ گہری سانس بھرتا حامی بھر گیا۔

وہ لوگ زیشام کی گاڑی میں ہی ہسپتال آئے علاج کا سارا اخرچا وہی دیکھ رہا تھا۔

اوپر سے اس لڑکی کو دیکھ کر شدید کوفت ہو رہی تھی جو خود کو پاؤں لمبی چادر سے چھپائے ہوئے تھے اور ساتھ وقفہ وقفہ سے سسکیاں جاری تھی۔

وہ خود پر ضبط کرتا ہسپتال کی کینٹین سے اسکیلے پانی کی بوتل لیکر آیا۔

لیکن اسے ہنوز سسکیاں بھرتے وجود کو دیکھ کر دل چاہ رہا تھا وہ دو اور کھینچ کر لگائے اسے بالکل روتی بسورتی لڑکیاں پسند نہیں تھی۔

دیکھو خاموش ہو جاؤ اور یہ پانی پیو اب کی بار نرمی سے اسکے سرہاتھ رکھے اسے نرمی پانی دیا اگر اس آج کوئی دیکھتا تو یقین نا کرتا۔

وہ چہرہ سے چادر ہٹاتی پانی کی بوتل منہ کو لگا گئی۔ زیشام کی غیر ارادی سے نظر اس پر اٹھی تو نظر جیسے جھکنا بول گئی تھی۔ وہ اگر خود کو چھپا کر رکھتی تھی تو صحیح کرتی تھی۔ باریک سرخ ہونٹ رنگت میں سفیدی اور سرخی گھلی تھی چھوٹی سی ناک جس میں نوز پن ڈالی گئی تھی۔ کالی گہری

آنکھیں اوپر چہرے کی معصومیت واللہ وہ لڑکی اپنے آپ میں پوری قیامت تھی۔

وہ وہ ٹھیک ہو جائے گی نا۔اسکی امید بھری نگاہیں اس پر تھی۔

ہاں ٹھیک ہو جائے گی لیکن تم اسطرح رو گی تو وہ پریشان ہو جائے گی۔

اسنے اٗج تک کسی کو تسلی کا ایک بول تک نہیں بولا اس لیے منہ میں جو آرہا تھا بولے جا رہا تھا۔

اسکے چہرے پر چادر نا ہونے پر آتے جاتے لوگوں کی پڑتی نظریں اسکے اندر اشتعال برپا کر رہی تھی۔

زیشام نے نامحسوس انداز میں اسے بازوں سے پکڑ کر خود کی طرف کیا تو اسکے باہوں میں سمائی تھی جس سے اسکے چہرہ کا رخ اسکی جانب تھا۔

اس لڑکی نے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

وہ کوئی بات کرتا کے نرس نے اسکی والدہ کے ہوش میں أنے کی خبر دی

۔

وہ دوڑتی ہوئی روم میں داخل ہوئی۔

اپنی ماں کو ایسے مشینوں میں جکڑے دیکھ کر وہ اور تکلیف سے آنکھیں میچ کے رہ گئی۔

۔۔۔

کک۔کونن۔لایااہے مجھے ہسپتالل۔

وہ پتا نہیں کون ہے میں نہیں جانتی آپ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں نا مجھے ڈر لگ رہا ہے اما۔

جااا۔ب لاکے۔ے لاؤ۔وہ سر ہلاتی باہر نکلی۔

آپ کو امی بلا رہی ہیں۔ وہ سر ہلاتا روم میں داخل ہوا جہاں کوئی چالیس سالہ عورت جس کی خوبصورتی اتنی عمر میں بھی کم نہیں تھی انہیں دیکھ کر پتا چل رہا تھا کے انکی بیٹی خوبخوان پر تھی۔

ب چے می ری بچ ی س ے نک اح کر لو می رے پاس وق ت ن ہیں

ہے ایک مرتی ماں کی التجا۔

آپ پلیز کچھ نا کہیں میں تیار ہو نکاح کیلے آپ پلیز ہاتھ مت جوڑیں۔

اور پھر چند پل میں وہ لڑکی جسکے وہ نام سے بھی ناواقف تھی وہ شریک حیات بن چکی تھی۔ یہ سب اس قدر جلدی میں ہوا کے ساری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی۔ اسنے تو شادی کے بارے میں سوچا تک نا تھا۔ لیکن وہ جو خود کو پتھر دل سمجھتا ان کے ہاتھ جوڑنے پر جیسے دل میں موجود پتھر سرکا تھا

نکاح ہوتے پل ہی گزرا تھا کے ڈاکٹر نے پیشنٹ کی وفات کی خبر دی۔

زیشام کو ڈاکٹر پہلے ہی ان کے بلڈ کینسر کی خبر ڈے چکے تھے جو لاسٹ سٹیج پر تھا جس وجہ سے ان کے پاس کم وقت ہی تھا۔

تین دن گزر چکے تھے ان دنوں میں جہاں زیشام نے اپنی ساس کی تدفین سے لیکر سارا انتظام سنبھالا تھا وہی وہ اپنی اماں کو بلا چکا تھا تا کہ وہ اس کا خیال رکھ سکیں وہ انہیں نکح سے پہلے سارے حالات سے باخبر کر چکا تھا۔

عینا بھی ان کے ساتھ آئی تھی اسے وہ معصوم لڑکی پر بے ساختہ ترس آیا تھا جو چھوٹی سی عمر میں اتنا دکھ جھیل رہی تھی

خیریت ہے حماد آج میرے چہرے پر کیا کھوج رہے ہو جو نظریں نہیں ہٹ رہی۔ گاڑی ٹریفک جام کی وجہ سے رکی تو وجدان نے اسے کہاں کیونکہ وہ کب سے اسکی نظریں خود پر پڑتی محسوس کر گیا تھا۔

آپ وہ سب کیوں کر رہے ہیں۔

کیا سب۔ اسکی باتوں کے پس منظر سے باخوبی واقف تھا پھر جان کر انجان بنا سوالیہ نظروں سے گویا ہوا

آپ کے ساتھ بچپن سے ہو آپ دوسروں کو بے وقوف بنا سکتے ہے مجھے نہیں

شٹ اپ حماد زیادہ مت بکواس کرو اور اتنا یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھ پہ منہ کے بل گرو گے۔

چلیں دیکھتے ہیں۔ وہ جیسے اسے زچ کر رہا تھا۔

سنو ادھر آؤ۔ گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے اس بچہ کو آواز دی جو سرخ گلاب کے پھول بیچ رہا تھا

اسکے ہاتھوں میں موجود سارے پھول خرید چکا تھا۔

اسے پیسہ دیتے حماد کو دیکھا ذومعنی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

جب سے آپکی شادی عینا بھابھی سے ہوئی ہے آپکو پتا چلا انہیں پھول چوڑیاں پسند ہے کوئی دن ایسا جس دن اٌپ نے پھول اور چوڑیاں نا خریدی ہو۔ تو پھر کیوں خود کو انہیں تکلیف دے رہے ہیں لڑکیاں بڑی نازک ہوتی لیکن کوئی اگر انہیں توڑتا ہے نا تو وہ اسکے خود کو پتھر کر دیتی ہے جس پر پھر آپکی محبت عزت کچھ اہیمیت نہیں رکھتی اس لیے وقت رہتے اس نازک ڈور کو مضبوط کر لے۔ وجدان کی اسکی بات سنتا سر کار کی سیٹ لگا گیا۔

وہ اسے کیا بتاتا وہ خود کس قدر تکلیف میں ہے اسے تکلیف دے کر اسکی ذرا سی تکلیف اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیتی تھی۔ وہ اپنے دل پر کیسے ضبط کے پہرے بیٹھائے بیٹھا یہ تو اسکا خدا جانتا تھا

ایما یار اٹھ جاؤ اتنا جتنا ٹائم تم لگاتی ہو اتنے ٹائم میں قبرستان کا مردہ اٹھ کھڑا ہو۔ وہ جو کب سے پیار سے اٹھا رہا تھا اسے اٹھتے نا دیکھ کر جھنجھوڑا تو حواص باختہ سے اٹھی۔

ک کک کیا ہوا ہے۔ حماد کی نظریں اسکے چہرے سے ہوتی بغیر دوپٹے کے جسم پر پڑی تو آنکھوں میں جیسے خمار سا اترا تھا

ابھی کچھ ہوا نہیں لیکن تمہیں ایسے دیکھ کر بہت کچھ کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔اسکی بے باک نظروں پر خائف ہوتی دوپٹہ اٹھانے لگی کے حماد نے ارادہ سمجھتے دوپٹہ ہاتھ میں دبوچا۔

حماد دوپٹہ دے مجھے فریش ہونا ہے مجھے۔

کیوں نہیں میری جان ساتھ فریش ہوتے ہیں اسکی بات پر ایما کی آنکھیں پھیلی وہ ابھی سمجھتی کے حماد نے اسے گود میں اٹھاتا واشروم میں داخل ہوا۔

حماد کچھ شرم کریں نکلیں جائے میں کرلو خود۔وہ بجائے جواب دینے کے واشروم کی کنڈی لگاتا اپنی شرٹ اتار گیا اسے اسطرح دیکھتے ایما کے چہرہ سرخی چھلکانے لگا اوپر سے مقابل کی گہری نظریں جسم کے آر پار محسوس ہورہی تھی۔

حماد اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اسے خود کے ساتھ لگاتا شاور اؤن کر چکا تھا۔

وہ اسکی گہری ہوتی نظروں اور ہاتھوں کی بے باکی پر جی جان سے لرزی تھی۔

کپکپاتے ہونٹوں پر پانی کی بوندیں اسے جیسے شبنمی قطروں کی مانند لگ رہی اسکی ہونٹوں پر بہتی پانی کی بوندیں اسکے گلے میں کانٹے سے چبھے تھے وہ مقابل کو دیوار سے پن کرتا پوری شدت سے ہونٹوں پر جھکا تھا شاور کے نیچے ہونے کی وجہ سے وہ دونوں مکمل طور پر بھیگ چکے اور اوپر سے مقابل کی شدت وہ تو جیسے بے ہوش ہونے کے درپر تھی۔

وہ اسکے ہونٹوں لپٹا جیسے اسے چھوڑنا بھول چکا تھا جب حماد کو اسکی سانسوں کی کمی کا احساس ہوا تو دھیرے سے چھوڑتا اسکے گردن پر ہونٹ رکھتا اسے مارنے کے درپر اسکی سکن سختی سک کرتا اسے بوکھلا گیا تھا

وہ شرٹ کندھے سے ہٹاتا لب رکھنے لگا کے ایمانے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اسے روکا۔ حماد کی نظر جب اس پر تو اپنی بے خودی بے حد افسوس ہوا وہ کہاں اسکی اتنی قربتیں برداشت کر سکتی تھی۔

ری لیکس کچھ نہیں کرتا چلو فریش ہو جاؤ میں کپڑے نکالتا ہو تمہارے۔

اسکے ہونٹوں پر نرمی سے بوسہ دیتا وہ باہر نکل گیا۔

وہ سڑکوں پر گاڑیوں کے ہجوم اور لوگوں کی گہما گہمی دیکھ رہی تھی ہر طرف شوروغل لوگوں کا ہجوم اسے یاد نہیں پڑتا تھا وہ کتنے عرصہ بعد اس حویلی سے نکلی تھی۔

چلو۔ وہ ابھی کچھ اور سمجھتی کے اپنے بازوں پر مردانہ ہاتھ لمس اسے حال میں لے آیا۔ وہ گاڑی کا دروازہ خود کھولتا اسے اپنے بازوں کے حصار میں لئے مال میں داخل ہوا۔

لیکن بالکل خالی مال کو دیکھ کر حیرانگی در آئی تھی اور یہ بات اسکی أنکھیں بھی بتا رہی تھی۔

کیا ہوا۔ایسے حیران مت ہو میں نے یہ حال پورا خالی کروایا ہے اب تم اپنی مرضی سے بے فکری سے شاپنگ کر سکتی ہو۔وہ خود ہی سوال کرتا اسے جواب دے گیا۔

ہاں ناکا جواز تو بنتا نہیں تھا کرنا تو وہی تھا جو اسنے کہہ دیا اس لئے فقط ہمم کہہ دیا۔

اور پھر کیا تھا جس طرف وہ ایک بار دیکھ لیتی وجدان ہر شے پیک کر کروا لیتا۔وہ بس دیکھ کر رہ گئی تھی اسے عجیب شوہر ملا تھا جسے اپنی دھونس جمانی آتی تھی

سنو بیوی۔وہ اسے آگے چلتے دیکھ کر آواز دی۔

جی۔

ہائے قربان جاؤ۔ یار یہ ٹرائے کر کے آؤ۔ اوپر جو لباس سامنے کیا تھا عینا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئ تھی عینا کو وہ لباس کم کوئی کپڑے کا ٹکڑا زیادہ لگ رہا تھا۔

ایسے بے ہودہ لباس جا کر اپنی ان ہوتی سوتیوں کو دیجئے گا میں کہہ رہی اگر اب آپ نے یہ کپڑے میرے سامنے کیا تو میں نے ان کپڑوں کے ساتھ آپ کو بھی آگ لگا دینی۔ پتا نہیں کون سی بے ہودگی پھیلا رکھی ۔ وہ اپنے سرخ چہرے پر ہاتھ پھیرتی انگلی دیکھاتی غصہ سے غرائی۔

اور وہ بس اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا کیونکہ مال صرف سیلز گرلز تھی وہ بھی کاؤنٹر پر اس لیے وہ بے فکری سی اسکا یہ شیرنی والا روپ دیکھ رہا تھا جو اسے بے حد پسند تھا

واللہ جان قربان اگر اس طرح کرے گی تو یہ دیوانہ کل کا مرتہ آج مر جائے گا۔ وہ اسے کھینچ کر گلے لگاتا اتنی زور سے سینے میں بھینچ چکا تھا

کے وجدان تیز ہوتی دھڑکنوں کی آواز باخوبی محسوس کر سکتی تھی۔عینا ہاتھوں کو سینے پر رکھتے دور کیا تو وہ خود اسے دور کر گیا۔

وہ صبح سے گئے رات دس بجے کے قریب واپس نکلے وہ گاہے بگاہے نظر اس پر دوڑا رہا تھا جو نیند کے جھٹرو کے لے رہی تھی۔وہ کبفی عرصہ بعد اتنا لمبا سفر کر رہی تھی اس وہ تھکاوٹ سے گاڑی میں نیند سے جھولتی وجدان کے کندھے پر سر رکھ گئی۔اسکا لیپ ٹاپ پر کام کرتا ہاتھ اگلے ہی پل ساکت ہوا تھا اسکی مانوس سے خوشبو اسے جکڑ رہی تھی ڈرائیور کو آنکھوں کے اشارے سے گاڑی آہستہ چلانے کا کہا۔

ڈرائیور نے گاڑی پورچ میں روکی۔

تو پہلے تو اسنے جگانے کی کوشش کی لیکن پھر اسکے معصوم چہرے کو دیکھتا گود میں اٹھا گیا

وہ اسے گود میں اٹھائے گھر داخل ہوا تو سامنے اپنے باپ کو پایا جو تنے تاثرات لئے کھڑے تھے

تم اپنی بیوی سے پلو سے چپکے رہو گے یا کوئی دنیاداری بھی رکھنی ہے یا یہی بے ہودگی مچائے رکھنی ہے تم نے۔ لیکن آگے سے وہ بھی انکا بیٹا تھا ٔانکھیں گھماتا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

میں نے کیا بکواس۔ وہ اونچی آواز میں بولے

آہستہ آپ سے اونچی آواز میں دھاڑنا آتا میری بیوی سو رہی ہے سو ڈسٹرب نا کرے صبح بات ہو گئ

وہ کمرے میں اٹھائے داخل ہوا ماتھیں کی نیلی رگیں غصہ سے ابھری ہوئی تھی سر میں درد پہلے سے بڑھ گیا تھا

۔عینا نیند میں اسکے سینے کے اندر چہرہ چھپاتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی۔ سارا غصہ درد کہیں جا سویا تھا

اگر جاگ رہی ہو تو کاٹنے کو دوڑتی ہے اب دیکھو جیسے اسکی ملکیت ہو گھسی جا رہی ہے۔ وہ آہستہ اسکے کانوں کے پاس سرگوشئ کی جس پر وہ ہلکی سے ہلی پھر سو چکی تھی۔

ویسے وجدان ہو تو ملکیت کچھ غلط تو نہیں اب اتنی پراپرٹی پر اتنا پھیلنے کا حق تو ہے وہ عینا کو دیکھتا دھیمے سے مسکرایا جو اس پر ٹانگیں اور بازوں رکھیں مکمل قابض تھی۔

وجدان نے آنکھیں کھولی تو خود سے فاصلے پر عینا کو پایا جو مکمل طور سمٹی ہوئی لیٹی تھی سر میں تکلیف اوپر سے جسم میں ہلکی سے حرارت بھی محسوس ہو رہی تھی وہ ہر شے کو نظر انداز کرتا عینا کو دیکھنے لگا۔ جو سوتے ہوئے بھی خود کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ یہ دیکھ کر وجدان کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی پہلے وہ کیسی تھی اور اب وہ کیا سے کیا بن چکی تھی

زردی گھلی رنگت آنکھوں کے نیچے ہلکے وہ اپنی عمر سے بڑھ کر لگنے لگی تھی۔

وہ اس معصوم سی لڑکی کو کیا سے کیا بنا چکا تھا۔ کس کی محبت اس قدر ظالم ہوتی ہے وہ کیوں اسکے معاملے میں ظالم بن جاتا تھا۔ وہ تو ایسی تھی اس سے صرف پیار کیا جائے پھر وہ ایک نازک جاں کو کیوں اپنے ظلم کا نشانہ بناتا رہا۔

اسکے چہرے پر جھولتی لٹوں سے مقابل کو رقابت محسوس ہو رہی تھی۔

دھیرے اپنی انگلی اسکی لٹوں کان کے پیچھے اڑسا کیا۔

آہ سر میں ہوتے درد نے جیسے جھنجھوڑا تھا وہ بامشکل ڈرا سے میڈیسن نکالتا گلاس میں پانی ڈالنے لگا درد کی شدت سے ہاتھوں سے کانچ کا گلاس فرش پر بکھرا تھا۔

عینا ہڑ بڑا کر اٹھی۔

کیا کیا ہوا۔ کچی نیند کے باعث آنکھوں میں سرخی جھلک رہی تھی۔ کچھ نہیں بس یہ سر میں درد تھا تو میڈیسن لینے لگا تھا گلاس ہاتھ سے چھوٹ آئی ایم سوری میری وجہ سے تمہاری نیند بھی خراب ہو گئی۔

عینا نے حیران نظروں سے اسے دیکھا اتنا نرم لہجے وہ چونکی۔

پھر دھیرے سے اٹھتی کمرے میں پڑے فریج سے گلاس نکال کے لائی اسے پانی ڈال کے دیا۔ مقابل بس یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

عینا نے پانی کا گلاس اسے پکڑایا تو ہاتھ وجدان سے ٹچ ہوئے۔

آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ پریشانی کے عالم میں اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

کچھ نہیں ہوتا ٹھیک ہو میں تم آرام کرو۔ اسے باہر جاتے دیکھ کر بازوں پکڑے اسے روکا۔

اس دن میری طبعیت خراب تھی آپ نے میری سنی تھی اس لیے خاموش رہے اب میں کچھ لیکر آتی ہو۔اس غصہ سے آنکھیں دکھائی مقابل کو اسکی ادا دل پر لگی تھی۔

تو اسکا مطلب ہے تم احسان چکا رہی ہو۔وجدان نے خفگی بھری نظروں سے دیکھا۔

جو سمجھ لیں۔

ظالم لڑکی مریض کا دل ہی رکھ لیتا ہے بندا۔اسے ہاتھوں کو نرمی سے چومتا ہوا بولا۔

عینا کا دل تو جیسے دھڑک دھڑک کر سینے سے باہر آنے کو تھا مقابل کا لہجہ الگ ہی تھا۔کبھی تولہ کبھی ماشہ۔

ممی میں کچھ بنا کے لاتی ہو۔لڑکھڑاتی آواز کے ساتھ ہاتھ چھڑواتی روم سے باہر نکلی۔

____

آج تیسرا دن تھا زیشام اپنی ساس کی وفات کے بعد ان کے گھر میں موجود تھا وہ اماں کو فون کر کے بلا چکا تھا کیونکہ فل الوقت اسے ایک ماں کے دلاسے کی ضرورت تھی جیسے ایک عورت ہی پورا کر سکتی تھی۔عینا نے بھی دو بار ہو کر آئی تھی وجدان نے ماں کے ڈانٹنے پر جنازہ میں شرکت کر لی تھی اوپر سے سردار ہونے کے طور پر شامل ہونا لازمی تھا۔ حماد نے زیشام کے ساتھ مل کر انتظام سنبھالے کیونکہ وہ یہاں کا نہیں تھا اور اوپر سے اس علاقے رواجوں سے ناواقف۔

اماں تو اسکی قل خوانی کے ختم کے بعد چلی گئی تھی کیونکہ انہیں پتا گھر میں شوہر نے الگ محاذ کھڑا کیا ہو گا اس لیے انہیں جانا پڑا

زیشام نے ایک نگاہ چھوٹے سے گھر پر ڈالی جس میں ایک کمرہ کچن باتھ اور چھوٹا سا صحن تھا لیکن اسے اتنی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کے کوئی بھی دیکھتا رہ جاتا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز گونجی۔

کمرے کے اندر دو پلنگ پڑے تھے نیچے قالین بچھائی گئی تھی ایک کونے میں ٹیبل پر کتابیں اور ساتھ کرسی پڑی تھی ایک طرف کپڑوں کی الماری تھی زیشام کی نظر الماری کے ساتھ کونے پر پڑی جہاں وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہی تھی۔

سنو۔ لیکن آگے سے جواب نہیں آیا۔

تو وہ خود قریب ہوتا اسکے دونوں بازوں سے پکڑتا پلنگ پر بیٹھا گیا اور خود پانی لیکر آیا۔

وہ ایک سانس میں. پانی پی چکی تھی

ایسے نہیں روتے تمہارے رونے سے انہیں کس قدر تکلیف ہو رہی ہو گئی کبھی سوچا ہے۔وہ سر تھپکی دیتا اسے دلاسہ دے رہا تھا۔

وہ مجھے کیوں چھوڑ کر چلی ٔ گئی ٔمیرے پاس کوئی نہیں ہے ان کے علاوہ وہ مجھے کیوں نہیں لیکر گئی تھا۔

ایسے نہیں بولتے میں ہونا پاس کبھی تم سے دور نہیں جاؤ گا بس تم وعدہ کرو اب روؤں گئی نہیں انہیں تمہاری دعاؤں کی ضرورت انا آنسو کی نہیں۔وہ نرمی سے آنسو پونچھا سمجھا رہا تھا جس پر وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

ویسے مجھے نام نہیں بتایا تم نے اپنا۔اس کے ناک پر انگلی سے ٹپ کرتا پوچھا۔

رومیسہ اورنگزیب۔وہ آہستہ سے گویا ہوئی۔

غلط رومیسہ اورر نگزیب نہیں رومیسہ زیشام شاہ اب آیندہ تمہاری یہی

سر نیم اب جاؤ پیکنگ کرو بلکے ڈریسز رہنے دو ضروری سامان لے لو

ہمیں گھر جانا ہے۔ گھر چھوڑے کا سنتے پلکیں بھیگی تھی۔

مم میں نہیں جاؤ گا یہاں توامی کی یادیں ہے میں کیسے چلی جاؤ۔ وہ اسے

سمجھا نہیں پار ہی تھی وہ کیسے اپنی ساری یادیں چھوڑ کر چلی جائے۔

نہیں جانا توپڑے گا نامیں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا زمہ داری ہو میری

تمہارا تحفظ میرا اولین فرض اس لیے مجھے اپنی ماں سے کیا وعدہ نبھانے

دو جاؤ شاباش پیکنگ کرو۔

تو وہ بھی خاموش ہو گئی

وہ آج شام کو گھر جلدی واپس آ چکا تھا۔ گھر کے اندر داخل ہوتے وہ ماں

کے کمرے میں گیا جو لیٹی ہوئی تھی انہیں سلام کرتا ان کی طبعیت پوچھتا

اپنے کمرے میں داخل ہوا لیکن ایما کمرے میں نظر نہیں آئی۔ تو اسکا رخ کچن کی جانب تھا جہاں اسکی بیوی دوپٹہ کو سیلف پر رکھے بھرپور انداز میں روٹیاں بنانے میں مصروف تھی سرخ لباس آٹے سے سفید ہو چکا بال میں سفیدی گھلی لگ رہی تھی۔

بیگم یہ روٹیاں تم بنا رہی ہو یا روٹیاں تمہیں بنا رہی ہے۔ اور یہ روٹی مجھے پاکستان کا نقشہ لگ رہی ہے کیوں نا اسے ان بچوں کو دے دیں جنہیں نقشہ بنانے میں مسئلہ ہوتا وہ آسانی سے نقشہ بنا سکے۔ وہ بات کہتا کہتا اسکی جانب نظریں گھما گیا جو غصہ سے دیکھ رہی تھی۔

یہ لیں پکڑیں اور بنائے روٹی بیویاں شوہروں کے کام کر دیتی ہے تو شوہر کا کام ہے بیوی کی مدد کرے اب اس بیلن کو پکڑے اور گول روٹی بنائے ۔وہ تیکھے نقاشوں سے ایک ایک لفظ چباتی بولی۔

اسکی کمر کو پکڑتا کھینچ کر سلف پر بیٹھا چکا وہ دونوں اطراف ہاتھ رکھتا اسے نیچے اترنے بھی نہیں دے رہا تھا۔

اب بتاؤ کیا کہہ رہی تھی کیونکہ تمہیں دیکھنے کیلے مجھے کافی جھکنا پڑ رہا تھا۔

ایما جو دوپٹہ نا ہونے کی وجہ سے شرم سے گھلی جا رہی تھی اپنے قد کے بارے میں سنتے دل چاہا پاس پڑے بیلن اپنے شوہر کا سر پھوڑ دے۔

خبر دار جو میرے قد کو چھوٹا کہا تو خود اتنے لمبے اونٹ کی طرح قد ہے۔

وہ بات کرتی کرتی رکی کیونکہ وہ اسے اسقدر قریب کر چکا تھا اگر ذرا سا ہونٹ ہلتے تو حماد کے ہونٹوں کو چھو جاتے۔

ہاں تو بیگم کیا کہہ رہی تھی۔ بات کرنے ہوئے حماڈ کے ہونٹ ٹچ ہوئے تو بے اختیار کپکپاتی فاصلے قائم کرنے لگی

می می کچھ نہیں کہہ رہی ہٹیں ہم کچن میں ہیں۔ایما نے اسے دور کرنے کی کوشش کی۔

ویسے مجھے نہیں پتا تھا شادی سے پہلی والی میری بولڈ بیوی شادی کے بعد بھیگی بلی بن جائے گی۔اسکے کپکپاتے جسم کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا جسکی نظریں درو بزے پر ٹکی تھی۔

پہلے تو آپ بھی ایسے نہیں تھے جن کی طرح چمٹ ہی گئے ہے دور ہو کھانا بنانے دیں مجھے ورنہ آپ پھر تنز شروع کردے گے۔

ابھی یہ مکمل چپکا نہیں ہے جس دن چمٹ گیا تمہاری نازک جان مشکل میں پڑ جائے گی۔ چلو تم بیٹھو میں بناتا ہو کھانا۔۔

حماد کی بات پر ایما کے سارے جسم کا خون جیسے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔۔ نہیں میں کرتی ہو ہیلپ۔وہ سیلف سے سے اترتی کے حماد نے اسے روکا۔

تم یہاں بیٹھ کر بھی ہیلپ کر سکتی ہو۔

اچھاوہ کیسے۔وہ تجسس بھرے انداز سے گویا ہوئی تھی۔

کچھ پیار کے میٹھے بول کے اپنے شوہر کی تعریف کر کے اگر ہو سکے تو پریکٹیکلی بھی کر سکتی ہو۔

استغفراللہ شرم کریں کچھ رہنے دیں میں ایسے خاموش ہی ٹھیک ہو آپ اپنے نادر خیال اپنے پاس رکھے۔حماد بھی اسکے جھنجھلانے پر مسکراہٹ دباتا روٹیہ بنانے لگا۔

وہ رومیسہ کو لیکر سیدھا حویلی آیا۔

یہ کس کو ساتھ لیکر آگے ہو میری حویلی ہے کوئی دارایمان نہیں۔

خبر دار شمشیر خان جو ایک لفظ بھی اور کہا تو ورنہ تمہاری عمر کا لحاظ نہیں رکھو گا ناان ہڈیوں میں اتنا دم خم ہے کے میرے لہجے کے دو وار بھی سہہ

سکے۔اسکی آواز اسکی قدر اونچی تھی کے حویلی کے ملازم تک خوف سے کانپ اٹھے تھے۔

زیشام ان کمزور وجود پر نظر ڈالتا اپنے ہاتھوں سے رومیسہ کے بازوں کو پکڑے اپنے پورشن کا رخ کر چکا تھا۔

کمرے میں آکر وہ اسکے بازوں چھوڑ کر اضطرابی کیفیت میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا غصہ اس قدر تھا دل چاہ کے اپنے سامنے پڑی ہر شے کے ٹکڑے کر دے۔رومیسہ کا خیال آتے ہی اسکی جانب دیکھا جو ہنوز سر نیچے کئے آنسو بہا رہی تھی۔

ادھر آؤ۔اسکے پکارے پر وہ چونک کر اٹھاتی اسکی جانب دیکھنے لگی جسکی نیلی آنکھوں میں عجیب سے سرخی تھی۔

وہ دھیرے قدم اٹھاتی اسکے پاس پہچی۔اسکے چہرے پر جھولتی لٹوں اور آنکھوں سے نکلتے آنسو نے جیسے اسے سٹک کیا تھا وہ یک ٹک اسے دیکھتے

بے خودی سے کیفیت میں اسکے گال کو بھگوتے آنسو اپنی انگلی کے پوروں سے صاف کرنے لگا۔

نہیں نہیں مجھے مار یا گا مت میں آپکی ہر بات مانوں گی پلیز مجھے مت مارے۔اسنے ہاتھ بڑھا کے رومیسہ کی بات پر وہ روکے اسے دیکھنے لگا جسکا چہرہ پر اب آنسو نہیں تھے لیکن خوف موجود تھا۔

کچھ بھی مطلب ہر بات مانوں گی۔ایک شرارتی سے چمک آنکھوں میں ابھری تھی پتا نہیں کیوں اسے تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا۔

جی جی ساری باتیں مانوں گی۔وہ اسکی آنکھوں میں شرارت نا دیکھ پائی۔

ٹھیک مجھے صبح پانچ کسز چاہیے اور پانچ رات کو اور ہو سکیں۔رومیسہ نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

یہ یہ آپ کسی باتیں کر رہے ہے میں ایسا کیسے کر سکتی ہو۔چہرہ اسکی نظروں کی تپش سے الگ سلگ رہا تھا۔

جیسے میں تمہارے ان پنکھڑی جیسے لبوں کو اپنے ہونٹوں کو گرفت میں لوں گا اسی طرح تم۔

بس کر دے کچھ کچھ اتنی سی شرم کر لے گھر میں بہن نہیں ہے جو ایسی باتیں کر رہے ہے۔ وہ ذو معنی اور بے باک باتوں پر جو منہ میں آیا بول چکی تھی۔

توبہ کرو لڑکی یہ باتیں بھلا کوئی کسی اور سے کر سکتا سوائے اپنی بیوی۔ وہ کچھ کہتا کے رومیسہ اپنی دھڑکنوں سنبھالتی اسے دھکا دیتی واشروم کی جانب بھاگ گئی۔

آپ ہسپتال کیوں گئے تھے۔ حماد نے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا کام تھا اب ہٹو رستے سے۔

نہیں ہٹو گا پیچھے جب تک بتا نہیں دیتے کیوں کر رہے ہے آپ ایسا جانتا ہوں آپکو کچھ تو چھپا رہے ہے بھابھی کی ذرا سی تکلیف سے آپکی سانس رکنے لگتی ہے لیکن ان سے خود سے جان بوجھ کر نفرت کروا رہے ہے آپ ان کا ایڈمیشن تک کروا چکے لیکن انہیں بتایا تک نہیں سارا دن آپ گھر کے نوکروں سے ان کے بارے میں پوچھتے ان کے پل پل کی خبر رکھتے تو پھر کیوں دیتے ہے تکلیف اسے ۔۔ وہ بولنے پر آیا تو بولتا چلا گیا۔

ہاں کرتا ہو محبت اس قدر شدت سے کرتا ہو کے اسکے آنسو میرے سینے کو چیرنے کی صلاحیت رکھتے وہ میری زندگی ہے لیکن اگر کچھ عرصہ کا درد اسے ساری زندگی کے ناسور سے بچا سکتا ہے تو میں ہر وہ شے کر گزروں گا تاکہ وہ میرے مرنے پر اسکی آنکھوں میں تکلیف کا آنسو نا آئے۔ برین ٹیومر ہے مجھے کب کس وقت میری سانسیں۔

خبر دار وجدان تم نے ایک لفظ بھی بولا تو اپنے ہاتھوں سے جان لو گا تمہاری۔ آج پہلی بار حماد نے اسے نام سے پکارا تھا۔

مجھے اسکی بدعائیں لگ گی کسی معصوم پر ظلم کیا تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کے اللہ مجھے اسکی سزا نا دیتا اسکی خاموش آہیں لگ گئ مجھے اچھا ہوا میرے جیسے زانی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیں۔ چہرہ پر اذیت ہی اذیت تھی اور اسکا چہرہ دیکھ کر حماد کو دل درد سے بھر سا گیا تھا۔

ابھی وہ کچھ بولتے کے حویلی سے آنے والی کال نے وجدان جیسے بندے کے حواص سلب کیے تھے۔

وجدان ریش ڈرائیونگ کرتا گھر پہچا تھا۔ لیکن سامنے سیڑھیوں سے نیچے گری بیوی کو دیکھ کر وجدان کیلیے سانس لینا محال ہوا جس کے سر سے خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا اور اتنے باپ کو سیڑھیوں پر کھڑے پایا اسکے سر کو اپنے گود میں رکھے وہ جیسے سب بھولا گیا تھا۔

وجی ہوش میں آؤ چلو ہمیں بھابھی کو ہسپتال لیکر جانا ہے اٹھو جلدی انہیں اٹھاؤ زیشام کے ہلانے پر کسی خواب سی کیفیت سے جاگتا اسے گود میں اٹھایا۔

ایک بات یاد رکھیے گا اگر آج میری بیوی کو کچھ ہوا تو اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ نا بجادی تو میرا نام بھی وجدان۔ شمشیر خان نہیں۔ وہ نفرت سے لفظ کہتا ہوا نکلتا چلا۔ گیا

ہسپتال میں وہ کب سے پریشان حالت میں کھڑا تھا جب زیشام نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

پریشان مت ہو وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ اسکے دلاسے پر وہ مڑتا اسکے سینے جا لگا تھا اپنے کندھے پر نمی کے اثرات پر زیشام جیسے سکتے سے نکلتا

اسے دلاسہ دینے لگا یہ پہلی بار تھا کے وہ دونوں ایک ساتھ ایک دوسرے پاس بنا جھگڑے کھڑے تھے۔

وہ کوئی بات کرتا کے اسکی نظر وجدان کے ناک سے نکلتے خون پر گئی

تمہیں کیا ہوا یہ خون کیوں نکل رہا ہے تمہارا۔

میں ٹھیک ہو بس ایسے ہی شائد سٹریس سے۔ وجدان نے اسکی بات کو ہوا میں اڑایا۔

مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے

وہ دونوں کچھ کہتے کے ڈاکٹر کے آنے پر خاموش ہوئے۔

میری بیوی کیسی ہے۔

وہ بالکل ٹھیک ہے سر پر زخم گہرا ہونے کی وجہ سے کافی سٹیچز آئے ہے اوران کے بال ہمیں کاٹنے پڑے ہے, اور بازوں فیکچر ہوا ہے اُپ پلیز ان کا خیال رکھے ایسی حالت میں انکا اسقدر سٹریس میں ہونا ان کیلیے

نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ وجدان نے اسکی تکلیف کا سنتے ضبط سے مٹھیاں بند کی

کیسی حالت۔

شی ازا ایکسپکٹنگ۔ اور وجدان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کے وہ روئے یا خوشی منائے۔

میں اس سے کب تک مل سکتا آئی مین کب ہوش اٗجائے گا میری بیوی کو

۔

وہ ٹھیک ہے اب تو ایک گھنٹہ تک ہوش آجائے گا تب مل سکتے ہے آپ۔

مبارک ہو۔ زیشام نے گلے لگا کر مبارک دی۔

تم گھر جاؤ پتا نہیں اماں جان کیسی ہو گئی۔ یہ اسکی مدد کرنے کا اثر تھا کے کچھ اور جو وجدان نے اسے کہا

لیکن تمہیں ضرورت ہو گی میری۔

نہیں گھر جائے کیونکہ انہوں نے اب میرے غصہ بھی میری ماں پر نکالا ہو گا اور میں بے وقوف یہ بات یاد نا رکھ سکا کے ان کے پاس میری سب سے بڑی کمزوری موجود ہے۔

بے وقوف تو تم ہو۔ زیشام نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو وجدان نے اسے گھورا۔

لیکن فکر نہیں کرو اب وہ انہیں کچھ نہیں کہہ سکیں گے یہ میرا وعدہ ہے تم چاہے اماں ایسے چاہے یا نا چاہے اب انہیں بیٹوں کی ماننی پڑے گی۔

شکریہ۔ وجدان کے کندھوں سے جیسے منوں بوجھ ہلکا ہوا تھا۔

اسنے اپنی آنکھیں کھولی تو سامنے اپنے شوہر کو پایا جو اسکا اپنے ہاتھوں میں محفوظ کیئے آنکھیں بند کی ئے بیٹھا تھا۔

تم ٹھیک ہو کہیں کوئی پین تو نہیں ہو رہا۔اسکے ملنے پر وجدان نے پٹ
سے آنکھیں کھولی

ٹھیک ہو میں کیا آپکی امی ٹھیک ہے جنہیں کل آپکے والد درندوں کی
طرح مار رہے تھے۔عینا نے اسے بنا دیکھے بولی نظریں چھت پر مرکوز
تھی۔

آئی ایم سوری۔وجدان نے اس سے کل کے بارے میں کوئی بات نا کی
یہ مسئلے وہ بعد میں حل کرنا چاہتا تھا
بس کردے کس کس بات کی معافی آہ۔وہ زور سے چیخی لیکن سر درد
سے کراہ اٹھی۔

لیٹ جاؤ ہلنا مت یہاں جتنی باتیں سنانی ہے یا اگر مارنا پیٹنا ہو تو ڈنڈا ابھی
دستیاب ہو گا اور اگر جان لینی ہوئی تو ریوالور بھی بس پہلے ٹھیک ہو جاؤ۔
وجدان نے اسکے بازوں کے نیچے تکیہ رکھتے ہوئے کہا۔

ہاں بالکل آپ چاہتے بھی یہی تھے کے آپکو ماروں اور خود جیل چلی پہلے

یہ قید اور پھر وہ قید۔ وہ منہ بسورتی ناراضگی سے گویا

تم پر مارنے والی بنو تم پر میری جان ہزاروں بار قربان کسی کی ہمت نہیں

ہے کے تمہیں تکلیف پہچا سکیں۔

بالکل۔ جس قدر محبت سے وہ بولا تھا عینا کے ایک لفظ اس سے بڑھ کر

تنزیہ کاٹ تھی۔

زی اٹھیں زی میری سانسیں بند ہو رہی ہے زیشام نے مندی آنکھیں

کھولی اور اپنی معصوم چڑیا کو دیکھا جو اسکی. گرفت میں پھڑ پھڑا رہی تھی

۔

اسکے منہ سے اپنا نام بہت خوبصورت لگا تھا

وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے کھینچ کر اپنے اوپر کر چکا تھا۔

آپ چھوڑے مجھے اٹھنا ہیں بھوک لگی ہے مجھے۔

وہ ہونٹ نکالتی بچوں کی طرح بولی۔

پہلی میری پیاس کا کچھ کرو پھر تمہارے کھانے کا سوچتے ہے۔

کیا مطلب وہ اسکی نظروں سے خائف ہوئی بولی

شابش جلدی سے اپنے ہبی ماذ ننگ کس کر وتا کے تمہارے کھانے کا کچھ

کیا جائے۔اسکی بات رومیسہ نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اسے دیکھا جو

ابھی وہی بات لیکر بیٹھا تھا

اچھا اچھا کرتی ہو اسکی گھورتی نگاہوں سے ڈرتی ہوئی بولی

اَپ مجھے چھوڑے تو۔اسکے قریب ہوتی نرمی سے گویا ہوئی

اسکی سانسوں خوشبوں پر زیشام کا ہاتھ اسکی کمر پر ہلکا ہوا تھا۔

وہ اَگے کو جھکتی زور سے دانت اسکی گردن پر گاڑتی سرپٹ باتھ کو بھاگی

۔

اور زیشام نے اس پڈی کو بند دروازہ سے گھورا جیسے آنکھوں سے جلا ڈالے گا۔

۔۔۔۔۔

وہ کتنی پیاری ہے نا اور معصوم سی مجھے تو مجھ سے بھی سال چھوٹی لگی تھی اور دیکھا وجدان بھائی کتنا پیار کرتے ہے ان کے منہ تک خود دھلوا رہے تھے۔اسے اپنے ہاتھوں سے کھاند کھلا رہے تھے کاش میری زندگی عینا جیسی ہوتی

وہ جب سے عینا سے مل کر آئی تھی اسکی تو زبان سے بس ان دونوں کی باتیں نکل رہی تھی۔

خبر دار کبھی خود کو عینا بھابھی سے کمپیئر کیا جس چیز کا پتا نا ہو اسکے بارے میں بات نہیں کرتے خدا تمہار نصیب کبھی اس جیسا نا ہو۔حماد کے دل کو جیسے مٹھی میں جکڑا تھا وہ کیسے ایسا بول سکتی۔کاش وہ اسے بتا سکتا کے

کس قدر درد اسکی زندگی میں لکھے تھے خدا کبھی اسکے جیسے نصیب کسی کا
نا کرے ہم چند پلو میں کیسے کسی کی زندگی کا نچوڑ نکال سکتے پتا نہیں وہ
شخص کتنے دردوں میں گھیرا ہو

ایک دن ہسپتال میں رہنے کے بعد اسے ہسپتال سے چھٹی ملی تھے۔

گاڑی کو کسی کو اور جگار کتے دیکھ کر عینا کی آنکھوں میں حیرانگی در آئی تھی

وہ گاڑی کا دروازہ کھولتا اسے گود میں اٹھا گیا۔

گھر میں داخل ہوتے اسکی آنکھیں خوشگوار حیرت سے کھلی کی رہ گئ

وہ گھر کم کوئی شیشہ کا محل زیادہ لگ رہا تھا دیواریں کھڑکیاں ہر شے کانچ
سے بنائی گئ تھی۔۔۔

وہ سیدھا اسے اٹھا تا روم میں داخل ہوا اسکی نگاہ

کمرہ کے چاروں اطراف گھومی تھی جہاں ہر طرف سرخ گلابوں کی پتیاں بچھائی گئی تھی اور ان کے بیچ کینڈل کی دھیمی سے روشنی ماحول اور پر سوز بنا رہی تھی۔ایک طرف بڑی سے کھڑکی جسکے ساتھ بالکنی موجود تھی۔ شیشوں کو گولڈن اور سرخ پردوں سے ڈھکے ہوا تھا

وہ جہاں سے گزر رہی تھی پھولوں کی دلفریب خوشبو جیسے حواسوں پر چھا رہی تھی اور اوپر سے مقابل کی سانسیں سینے میں اٹکی تھی۔

وہ آہستہ سے اسے گود سے اتارتا چیئر پر بیٹھا گیا

یہاں کیوں لائے ہے آپ مجھے اور یہ گھر کس کا ہے۔عینا نے طائرانہ نگاہ کمرے پر ڈالی۔

تمہارا گھر ہے تمہاری خوابوں کے مطابق جیسا تم چاہتی تھی

میرے خواب تو سارے ٹوٹ چکیں ہے اور ان کی کرچیاں ابھی تک میرے پاؤں کو زخمی کر رہی ہے۔وہ ہنسی تھی جیسے خود کی بے بسی کا مزاق بنا رہی ہو۔

وہ ساری کرچیاں تمہارا شوہر اپنے ہاتھوں سے چن کر تمہاری راہیں ہموار کرے گا یہ وعدہ ہے تم سے میرا۔یہ گھر تمہارے نام پر تم جسے چاہو رکھو جسے چاہو نکال سکتی ہو۔

تو پھر سب سے پہلے آپ ہی نکلیں میرے گھر سے۔وجدان نے اسکی بات مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا

نا کرو یار غریب سا بندہ ہو اور کوئی بیوی بھی نہیں لیکن عینا کی گھوری پر ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا۔

عینا کی نظر سامنے پڑی شیشے کے میز پر پڑی جس پر چاکلیٹ موجود تھا

اور اوپر سے لکھے ہوئے الفاظ thanks angel وہ حیرانگی سے

وجدان کا چہرہ دیکھنے لگی

وہ صوفے سے اٹھتا آہستہ سے اسکے قدموں میں بیٹھ گیا اور عینا کے لیے

یہ غیر متوقع عمل تھا وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی جسکی نظریں جھکی تھی۔

جو نرمی سے اسکے ہاتھوں کو اتنے ہاتھوں میں لے گیا جیسے انہیں گرمائش

فاہم کر رہا ہو۔

آج جب مجھے تمہاری حالت کا پتا چلا تھا تو مجھے احساس ہوا کے سردار

وجدان خان کی دھڑکنیں صرف تمہارے نام سے دھڑکتی ہے تمہاری

سر سے نکلتا خون میرے اندر اشتعال برپا کر رہا تھا اس وقت میرا جی چاہ

رہا جس شخص نے بھی تمہیں تکلیف دی ہے اسکے ٹکڑے کر دو لیکن

میری بے بسی دیکھوں میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں بہت بڑا ہوا اور

جتنا بڑا تمہارے ساتھ کر چکا ہو اسکے بعد کسی وضاحت کی گنجائش نہیں رہتی۔

میں چاہتا ہو میری بیوی لڑے جھگڑے مجھ سے فرمائشیں کرے جب میں گھر نا ہو تو مجھے فون کر کے بلائے میری زندگی کا واحد سرمایہ ہو تم جسکے بنا میری زات میرا جسم میری روح ادھوری میری ذات کا گمشدہ ٹکڑا ہو تم

وہ گھمبیر لہجہ میں گویا ہوا اور عینا نے اپنے ہاتھ کھینچے۔

فرمائش جھگڑے محبت کے مظاہرے وہاں کئے جاتے ہے جہاں معلوم ہو کے مان لی جائے گی اور آپ سے ایسی امیدیں میں کبھی نہیں لگا سکتی۔ اور آپ کیسے سوچ سکتے ہے ایسا کیا کبھی کوئی پل آیا جب آپ نے اپنی انا کو کچل کر میری طرف قدم بڑھا ہو ہر پل سوائے میری ذات اور مجھے روندنے کے کچھ نہیں کیا۔

کیا ہمارے بچے کیلے ایک موقع نہیں دے سکتی۔اور اسکے لفظوں پر عینا

کرنٹ کھاتی اٹھی۔

او تو یہ بات ہے میں بھی کہوں کے وجدان صاحب کو مجھ جیسی لڑکی سے

معافی مانگنے کی ضرورت پر گئی یا یو کہاں جائے کے اولاد کی کشش کھینچ

لائی میری لئے نہیں آئے۔الفاظ میں تنزیہ سی کاٹ تھی۔

نہیں عینا تم مجھے غلط۔

بس کریں خدا کا واسطہ ہے تنگ آگی ہو آپکے جھوٹ سن سن کے مجھ نیند

آئی ہے سونا اپنا کاٹھ کباڑ اٹھائے اور چلتے بنے۔

وہ پھولوں کی طرف اشارہ کرتی خود بیڈ پر لیٹ کر کمبل کو سر تک تانے

آنکھیں بند کر گئی

یااللہ لڑکی یہ تم مجھے کہاں لیکر آئی ہو۔اتنا ہجوم اور لوگوں کی دھکم پیل کے زیشام شاہ جیسے بندہ کا ٹمپر چند پل لوز ہو چکا تھا۔

سودا سلف نہیں لینا تھا آپکو تو خیال ہی نہیں آیا کے گھر میں کسی کو چھوڑ آئے ہے اور اوپر سے آپ نے اپنے امی ابو کی طرف کھانے سے بھی منع کیا ہے۔وہ ہانپتی ہوئی بات مکمل کر گئی۔

زیشام متاثر ہوتی نظروں سے دیکھا جو خود کو مکمل ڈھکے ہوئے تھی۔

تو تم نے مجھے اتنی اہم میٹنگ میں فون کر کے اس لیے بلایا کے یہاں یہ اس چیپ سے بازار سے چیزیں خرید سکیں۔

تو اور کیا منگل بازار میں سب سے سستی ہر شے ملتی ہے۔

اس سے پہلے کے ایک لڑکا رومیسہ سے کندھا ٹکراتا کے زیشام نے بازوں سے کھینچ کر اسکی پشت کو اپنے سینے لگا یا۔

ک کک کیاک کرررہے۔اسکی زراسی قربت میں اسکا بولنا محال ہوا تھا

اوپر بازار میں ایسی بے باک حرکت۔

چپ کر کے چلو جو لینا ہے مال سے لے لینا۔زیشام نے بازوں سے

پکڑے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

لیکن زیشام۔وہ گاڑی کی پاس پہچے کے رومیسہ پھر سے بولی۔

چپ ایک لفظ مت بولنا ایسی واحیات جگہ ملی تھی تمہیں شاپنگ کیلے

کتنے مردوں نظریں تم پر پڑ رہی تھی آیندہ کے بعد ایسا جگہ آنے کے

بارے میں سوچا بھی نا دونوں ٹانگے توڑ کر گھر بیٹھا دو گا چلو اب اندر بیٹھو

۔

اسکے بولتے وہ بھاگنے کی سپیڈ میں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی

رومی چپ کر کے آگے آیا جاؤ ورنہ سارا اتنے لوگون کے سامنے بھی

تمہیں اٹھا کر بیٹھانے کا کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرو گا۔رومیسہ اسکی

دھمکی پر سرخ ہوتی اگلی سیٹ پر بیٹھتی زور سے دروازہ بند کیا اسکی بیویوں کی طرح ناراضگی جتانے پر زیشام کے چہرے پر مسکراہت در آئی تھی۔

میں تو چاکلیٹ لایا تھا پر اب کوئی ناراض ہے تو رہنے دیتے ہیں۔

نہیں نہیں نارضگی اپنی جگہ لیکن جو چیز آپ میرے لیے لائے وہ مجھے دیا کرے۔ وہ دھونس سے بولی۔

اچھا تو میری بیوی کی ناراضگی کیسے دور ہو گئی۔

ہمم آئس کریم بہت سارے کپڑے جوتے میک اپ اور گول گپے۔ وہ انگلیوں پر گن کر ایک ایک شے بتا رہی تھی۔

ٹھیک ہے پھر ابھی جا کر جتنی مرضی میری بیوی نے چیزیں لینی ہے لے لیں

حمادیہ کس چڑیل کے بال ہے آپکی شرٹ پر۔وہ جو کپڑے دھونے کیلیے شرٹس نکال رہی تھی اسکی شرٹ پر بال دیکھ کمرے میں داخل ہوتی تیکھے نقوشوں سے گویا ہوئی۔

خدا کو مانو لڑکی یہ تمہارا بال ہو گا اور کس کا ہو گا۔

حماد بالوں کی کنگی کرتا مر رسے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

میرے بال موٹے ہے اور انکی لمبائی بھی اس بال سے کم ہے جھوٹ مت بولے مجھ سے۔اور حماد منہ کھولے اپنی بیوی کے خیالات سن رہا تھا۔اسکی انسپکٹر کی کھوجتی نگاہوں سے پہلی بار حماد کو ڈر لگا تھا۔

وہ ہمارے کی سلمہ ہے نا۔وہ چپ ہو

آگے بولے رکیے گا مت۔اسکے چپ ہونے پر زچ ہوئی

وہ اس سے غلطی سے ٹکر ہو گئی تھی وہ گرنے لگی تو میں نے پکڑا تھا تو اسکا بال ایک بٹن میں پھس گیا۔

وہ کان کھجاتا حجل ہوتا بولا۔

وہ مرتی یا گر کے کمر ٹوٹی آپ کو ہیروں بننے کا شوق کیوں چڑھا تھا ہمت کیسے کی اسے گلے لگانے مجھ سے مر جائے گے یہ کرتا اتارے یہ کہیں اسکی پسند کا تو نہیں پہن رہے وہ بھی اسی رنگ پہن کر کھڑی تھی میں نے دیکھا۔ ایما غصہ سے قمیض کے بٹن کھولنے۔

یا اللہ تم مجھے ایسا سمجھتی ہو۔ حیرانگی سے منہ سے لفظ نہیں نکل رہا تھا۔

بس میں نے سوچ لیا اب آپ جب بھی گھر سے جائے کے بالوں کو تیل ڈبو کر آنکھوں میں سرمہ ڈال کر اور لمبی سے قمیض پہن کر پورا پپو بچہ بن کر ورنہ میں اپنے میکے چلی جاؤں گی۔

حماد اسکے نقشے کا سوچتے ہی رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔

نا رہے گا بانس نا بجے گی بانسری۔

جب آپ خوبصورت ہی نہیں لگے گے تو کوئی دیکھے گی ہی نہیں۔ایما نے خود کو داد دی تھی

ماضی

شمشیر دستگیر جن کی شادی ان کی چچازاد ہاجرہ خان سے ہوئی پڑھی لکھی نا ہونے کی وجہ سے وہ کبھی بھی شمشیر کیلیے اہمیت کی حامل نا تھی۔ لیکن وہ پیسہ میں ان سے کئی گنا آگے تھے اس لے وہ اتنے لالچ میں اسے چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے شادی کے ہفتے بعد وہ بیوی کو تھپڑ گالیوں سے نوازنا شروع ہو گئے اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں بلکہ بڑھ کر مار کٹائی تک پہنچ چکا تھا گھر والوں آنکھ کان بند کر لیے تھے اور اسے صبر کی تلقین کی جاتی۔ شادی کے کچھ عرصہ شمشیر کی نظر گاؤں مزارارے کی بیٹی زرینہ پر پڑی جو گاؤں چھوڑ کر شہر تعلیم حاصل کرنے گئی تھی۔انہوں نے زرینہ کے

والد کو بھاری رقم دے کر خرید اتھا۔ وہ واسطے منتے کرتی رہی لیکن وہ بے حس بناز بردستی اسے ڈیرے پر لا چکا تھا۔

وہ زرینہ سے زبردستی کرتا کے وہ اسکے آگے ہاتھ جوڑتی اسے نکاح کرنے کا بول گئی۔ وہ جانتی تھی وہ کبھی اسے حاصل کیے بنا نہیں چھوڑے گا اس لیے وہ حرام کی بجائے حلال رشتہ تو قبول کر سکتی تھی۔

شمشیر نے زرینہ سے دل بھرنے کے بعد حویلی میں ایک نوکرانی کے طور پر رکھا تھا۔

اور پھر خدا کی کرنی ایسی ہوئی کے ہاجرہ اور زرینہ دونوں ہی ایک وقت میں ماں بننے والی تھی۔

شمشیر کو جب یہ خبر ملی تو وہ ہواؤں میں اڑتے پھر رہے تھے لیکن جب زرینہ نے بھی یہ خبر دی تو وہ تو جیسے سکتے میں آئے تھے وہ اس بچے کو کسی

بھی طرح مروانا چاہتے تھے وہ کسی بھی کمی کمین سے اپنی اولاد نہیں
چاہتے تھے۔

لیکن ان کی ساری کوششیں ناکام رہی کیونکہ زرینہ ساری باتیں ہاجرہ کو
بتادی تھی۔

ہاجرہ نے ان سے قسم لی کے وہ اس بچے کو کچھ نہیں کہیں گے اور حویلی کا
آدھا حصہ اس بچہ کے نام کرے گا ورنہ وہ اپنے بچہ کو نقصان پہچب ئے
گی۔ شمشیر کے پاس اسکی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ
وہ کسی قیمت پر اپنے بچہ کو تکلیف نہیں پہچنے دے سکتے تھے۔

ہاجرہ اور زرینہ دونوں کے ہاں کچھ گھنٹوں کے وقفہ پر بیٹوں کی پیدائش
ہوئی تھی۔ شمیشر نے زرینہ کو زہر کا انجکشن لگوادیا کیونکہ وہ بچہ کو کچھ
نہیں کر سکتا تھا۔

وہ چند گھنٹوں گا بچہ ماں کی آغوش سے محروم ہو چکا تھا۔

ہاجرہ سب جانتی لیکن خاموش ہو چکی تھی وہ اکیلی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

اس لیے وہ اس چھوٹے بچہ کو اپنا دودھ پلاتی اور جب تک شمشیر نا آیا جاتا

تب تک وہ دونوں کو آغوش میں رکھتی لیکن اسکی آمد پر وہ بچہ نوکرانی کو

دیں دیتی

ماضی۔

وقت پنکھ لگا کر اڑا تھا کب پندرہ سال کا وقت گزرا پتا نہیں چلا زیشام

اتنی تعلیم حاصل کرنے کے لے لندن جا چکا تھا۔

اور وجدان سترہ سالہ لڑکا تھا جب اپنی چچازاد کزن کو گھر والوں کے کہنے

پر کمرے سے بلانے آیا لیکن وہاں کسی مرد سے نازیبا حالت میں دیکھ کر

اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

نائمہ کے رنگ اڑیں تھے اسے دیکھ کر وہ بپھرا ہوا اس لڑکا تک پہچتا کے نائمہ اس کے سینے سے جا لگی وجدان بے ساختہ ساکت ہوا وہ ہوش میں تب لوٹا جب وہ لڑکا کھڑکی سے بھاگ نکلا تھا۔

وجدان نے نائمہ کو زور سے دھکا دے کر خود سے الگ کیا۔

لیکن دروازہ پر کھڑے اپنے باپ اور چچا کو دیکھ کر وہ جھنجھلایا تھا۔

وہ کچھ کہتا کے نائمہ نے سب کے سامنے اسکے کردار دھجیاں بکھیری تھی یہ سب کچھ اسکے لیے نیا تھا ابھی تو وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا تھا وہ چیختا چلاتا رہا لیکن کسی نے اسکی باتوں پر توجہ نا دی تھی۔اور ماں کی قسم پر وہ اپنے لب سی گیا۔اور وہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گنہگار ٹھہرا۔

۔

حال۔

بس وہ دن تھا جس دن عورت کو میں نے رتبے سے گرتے دیکھا تھا تب سے ہر عورت سے مجھے گھن آتی جیسے ہر عورت ہی ایسی ہو۔ وہ گہرا سانس کھینچتا عینا کو بتا رہا تھا۔ عینا بس خاموش نگاہوں سے دیکھے گی۔

اچھا سنو تمہارا ایڈمیشن کروا چکا ہو لیکن اس بات کا خیال اپنے دماغ میں رکھنا کے تمہاری پڑھائی کا اثر میری بیوی اور بچے پر نا پڑھیں۔ وجدان نے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا عینا کا چہرہ شرم سے سرخیاں چھلانے لگا تھا اسکے ایڈمیشن والی بات پر وہ آنکھوں کو بڑا کرتی اسے دیکھنے لگا جیسے یقین نا تھا۔ وہ کافی بدل چکا اسکے غصہ سے ہبات کرنے پر وہ یا تو خاموش ہو جاتا یا ایسی کوئی سرگوشی کر جاتا کے عینا شرم کے مبرے کچھ بول نا پاتی وہ گھر کا کوئی کام کرنے کی اجازت نا تھی اسے۔

جان وجدان ایسے مت دیکھو جانتا ہو تم یقین نہیں کرتی مجھ پر لیکن اب اس اعتبار کو بحال میں خود کرو گا اور ہاں تمہارے ساتھ دو کیئر ٹیکر بھی یونی جائے گی۔

وہ اسے کھینچ کر گود میں بیٹھاتا نرمی گال سہلاتا بولا۔

لیکن کیوں ؟وہ شرم سے سر جھکاتی منمناتی ہوئی بولی اسکی گہری بولتی نظریں اسے بوکھلانے پر مجبور کر رہی تھی اور وہ خود میں سمٹ سی گئی تھی۔

کیونکہ میں نہیں چاہتا میرا بچہ اور بیوی کو کسی قسم کی تکلیف اٹھانی پڑے ۔عینا نے نظریں اسکے بولتی نظروں میں ڈھیروں شدتیں پنہان تھی۔

عینا شرم سے نظریں جھکا گئی۔

وہ روم میں داخل ہوا تو کمرہ میں اندھیرا پایا۔ سوئچ بورڈ سے لائٹ اؤن کرتا ہوا مڑا تو کمرے میں دیکھ کر آنکھوں میں حیرت در آئی گلابوں کی پتیوں سے بیڈ شیٹ پر دل بنایا گیا تھا ہر طرف ہر طرف بھولوں کی خوشبو پھیلی ایک ٹیبل جس پر کیک پڑا۔اور حماد کی نظریں اس دشمن جاکو ڈھونڈ رہی تھی لیکن اسے واشروم سے نکلتے دیکھ کر وہ سٹک ہوا تھا۔ جو سرخ نائٹی پہنے ہوئے تھی کندھی باریک سی سٹرائپ تھی پیٹ کے سارے حصہ نیٹ لگا تھا تھائی تک بنی نائٹی میں وہ نازک سراپہ لڑکی اسکے ہوش گنوا رہی تھی۔ سرخی سے بھرے ہونٹوں کو دیکھ کر مقابل پر خود پر پہرا بیٹھانا ناممکن سا لگ رہا تھا۔

Happy birthday my dear husband .

اب تو یہ نارضگی ختم ہو جانی چاہیے تھی۔

کل سے وہ سولی پر لٹکی تھی جب حماد ناراض ہوا تھا

وہ پاس ہوتی اسکے کان کی لو کو چھوتی سر گوشی سے بولی۔

حماد یک ٹک اپنی بولڈ بیوی کو دیکھ رہا تھا اسکے الفاظ پر سر شار سی کیفیت پر مسکرایا تھا

اس طرح منائے گی تو کون کمبخت ناراض رہ پائے گا۔ حماد نے اسکے چہرے نظروں میں رکھتے اسکے گالوں کو لبوں سے چھوا

چلیں پہلے جلدی سے کیک کاٹیں باقی بعد۔

ایما اپنی حالت پر پانی پانی ہو رہی تھی لیکن اسکی ناراضگی کو دور کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر چکی تھی

میرا دل تو کچھ اور کرنے کو چاہ رہا ہے۔ وہ اسکی گردن کو لبوں سے چھوتا انتہائی خمار لہجے سے گویا ہوا۔ اسکی بھاری سر گوشیاں مقابل کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا گئی تھی

ششش بس کریں چلیں کیک کاٹیں۔وہ سرخ چہرے سے جلدی سے بولی

ورنہ مقابل کی گہری ہوتی نگاہیں اسے کہاں کسی قابل چھوڑتی تھی

۔۔۔۔۔۔۔

عینا کو یونیورسٹی چھوڑنے لانے کا ذمہ وہ خود لے چکا تھا عینا کا بھی تیسرا ماہ چل رہا تھا

وہ گاڑی لیکر کر پہچا تو عینا کو دیکھا جو چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اسکی جانب آرہی چہرہ مکمل طور پر ڈھانپے چادر اس قدر بری تھی کے اسکا دلکش سراپہ کہیں گم ہو چکا تھا

وجدان دوسری سائیڈ ہوتا اسکے لیے دروازہ کھولا جس کا چند قدم چلنے سے ہی سانس پھول چکا تھا۔اور یہی بات وجدان کے لیے قابل تشویش تھی۔

اسکی پھولی سانس کو دیکھ کر اسے خود کو جیسے آکسیجن کی کمی سے محسوس ہو رہی تھی مقابل کی اہمیت کوئی اس سے پوچھتا تو وہ اسکی ایک پل کی مسکراہٹ کے لیے خود کی جان تک گروی رکھ سکتا تھا۔

وجدان نے بے ساختہ اسکا ماتھا اور عقیدت اسکی آنکھوں ہونٹوں سے چھوا اور یہ تو روز کا معمول تھا وہ جتنی بار گھر واپس آتا تھا یا یونی لینے آتا وہ اسی طرح اسے معتبر کرتا تھا اور عینا کو اسکی بے حد عادت ہو چکی تھی پانی پیو بولا ابھی نا جاؤ یونی گھر بیٹھ کر بھی پڑھا جا سکتا میں کسی قابل ٹیوٹر ہائر کر لونگا بس اب تم ایسی حالت میں نہیں جاؤگی میں تمہاری زندگی کے معاملے کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ بوتل کا ڈھکن کھولتا مقابل کے چہرہ نقاب ہٹاتا پانی اسکے منہ سے لگاتا دوٹوک انداز میں بولا۔

اور عینا کے لے اسکی حرکت پر شرم سے چہرہ اسکی جانب موڑ گئی کیونکہ بے شک شیشے بند ہونے سے باہر سے کوئی دیکھ نہیں پا رہا تھا لیکن وہ پھر بھی ایسی حرکت پر شرما جاتی تھی۔

آپ جانتے ہے میں آنا نہیں چاہتی تھی لیکن کچھ اسائمنٹ تھی اور لیکچر بھی ضروری تھا اس لیے آنا پڑا۔ وہ نرمی سے گویا ہوئی۔

اسکی میٹھی سے آواز مقابل دل پر میٹھی سے پھور کی مانند لگی تھی۔

زیشام گھر آتے ہی ادھر ادھر دیکھا لیکن جس کو دیکھنے کیلیے نگاہیں ترس رہی تھی وہ پورے گھر میں نظر دوڑانے پر بھی نا دیکھی غصہ سے زینے پھلانگتا روم میں پہچا تو سامنے خالی کمرہ منہ چڑھا رہا تھا۔

وہ اماں کے کمرے کے دروازہ کھولتے ہوا دیکھا تو سامنے ہی وہ اماں کے پاس ہی آرام کر رہی تھی۔

دوپٹہ سے بے نیاز کھلا کھلا سراپہ اوپر سے پنڈلی سے اوپر ہوا ٹراؤزر وہ اپنے ہوش روبہ سراپہ سے بے نیاز نیند میں گم تھی۔

زیشام کا چہرہ جذبوں کی شدت سے سرخ ہوا تھا۔

اسے دیکھ بعد میں لینا ابھی جا کر آرام کر لو اسے اسی طرح دیکھتے پا کر اماں نے مسکراہٹ دبائی جس نے آفس سے آکر اپنا حلیہ بدلنے کی بھی توفیق نا کی تھی

وہ وہ اماں میں اسے لے جاتا ہو بلاوجہ آپکی نیند خراب کرے گی۔وہ جھنلاہٹ سے نظریں ہٹاتا گویا ہوا

مجھے تو آیا جائے گی بیٹا لیکن اگر چند پل یہ وہاں نا ہوئی بیٹا آپکو نیند نہیں آنی لے جاؤ تمہاری بیوی ہے ہاں پہلے کچھ کھا لو میں لگواتی ہو۔

نہیں اماں میں ڈنر کر چکا آپ بھی آرام کرے۔ وہ جلدی سے آگے ہوتا رومیسہ کو گود میں اٹھاتا روم سے نکلا۔

اسے بیڈ پر لیٹا کر ٹائی کو ڈھیلا کرتا وہی صوفہ پر پھینک چکا نظریں پھر بھی اسی پر تھی جو آڑی تڑچھی لیٹی اسکا ایمان ڈگمارہی تھی۔

زیشام نے نے شرٹ کے بٹن کھولتے اسے اتار کر پھینکا۔

بہت ہوا کب سے میرے ضبط کا امتحان لے رہی اب نہیں وہ بڑ بڑاتے ہوئے ہوئے ایک جست اسکے قریب ہوا جس مدھم چلتی سانسیں اسکے دل کی دھڑکنوں کو بڑھارہی تھی۔

اپنی انگلیوں سے اسکی نرم گالوں کو چھوتے ایک الگ سا سپارک جیسا جسم میں کوندا تھا۔ انگلی کو ٹریس کرتا اسکی نگاہ گردن پر موجود ان دو قاتل تلو پر پڑی تو جیسے رقابت کا احساس جاگا تھا

زیشام نے نرمی سے اسکے تل کو ہلکا سا ہونٹوں سے چھوا۔اسکی نظریں چہرے پر ٹھہری جس پر اسکی قربت کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔

وہ آگے ہوتا اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتا اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لے گیا۔

رومیسہ کو نیند میں جب اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئی تو پٹ سے آنکھیں کھولیں۔اور زیشام کی حرکت وہ شاک سی کیفیت میں اپنی آنکھوں کو بڑا کر۔لیکن خود پر اسکے وزن اور سانس رکنے کے ڈر وہ جلدی جلدی اسے جھنجھوڑتی اسے دور کرنے لگی جو کسی جونک کی طرح چمٹ گیا تھا۔

اسکے دور ہوتے ہی وہ کھینچ کھینچ کر سانس لینے لگی چندپل کی قربت نے جان نکال دی تھی۔

کیا ہے میرے اوپر سے اٹھیں آپ کا اتنا وزن مجھ سے سانس بھی لینے نہیں ہو رہا۔ چہرہ الگ بھانپ چھوڑ رہا تھا لیکن زیشام کی نظریں اسکی چہرہ رنگینوں میں گم سی تھی۔

کوئی بات نہیں تمہار آکسیجن سیلنڈر تو تمہارے پاس موجود ہے میں بھلا اپنے چھوٹے سے پانڈیں کو کچھ ہونے دیں سکتا ہو۔ سرخی چھلکاتے لبو اپنے انگلی کو پوروں سے مسلتے مخمور لہجے میں بولا تو رومیسہ کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے۔

وہ گردن پر جابجا لمس چھوڑتا وہ پل میں اسکے ہوش ٹکانے لگا چکا تھا۔

اسے اپنی جسم کی گہرائیوں میں ڈوبتے دیکھ کر اسنے گہری سانس بھرتے خود کو اپنے محرم کو سونپ دیا تھا۔ رات قطرہ قطرہ بیت رہی تھی

وہ عینا کو گھر چھوڑ کر گاؤں کے معاملات کو نبٹانے آیا گیا تھا وہ جب سے حویلی چھوڑ کر گیا تھا وہ دوبارہ اپنی ماں سے ملنے آتا رہتا تھا لیکن کبھی وہاں رکتا نہیں تھا۔

سائیں خیر ہے کچھ عرصہ آپکے چہرے پر مسکراہٹ کسی گوند کی طرح چپک چکی ہے۔ وجدان نے اسکی بات پر اسے مصنوعی گھوری سے نوازا تو حماد نے سرینڈر کے انداز سے بازوں اوپر کیے۔

کیوں تمھیں اچھا نہیں لگا میرا خوش ہونا؟ اب کی وہ ابرو اچکائے گویا ہوا

اللہ نا کریں سائیں کبھی جو ایسا وقت آئیں جو میں آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر میں ناخوش ہو۔ خدا ہمیشہ خوش رکھے۔ حماد کا چہرہ بے حد سنجیدہ ہوا تھا۔

میں جانتا ہو تمہیں میرے ساتھ مخلص لوگوں میں سر فہرست ہو تم اور تم پر تو مجھے اپنی جان سے بڑھ کر بھروسہ ہے۔ مجھ سے ایک وعدہ کرو گے۔

سائیں التجا نہیں حکم کرے آپ کے لیے یہ غلام کچھ بھی کر سکتا ہے ۔حماد نے اسکے ہاتھوں پر بوسہ دیتے ہوئے کہا تو وجدان کے گھرے ملامت بھری مسکراہٹ ٹھہری تھی۔

اگر مجھے کچھ ہو جائے تو میری بیوی اور بچے کا خیال رکھنا۔

آپکو کچھ نہیں ہو گا یہ بات اپنے دل سے نکال دے۔آپ خود ہے سردارنی کا خیال رکھنے کیلیے اللہ آپکو لمبی زندگی دے آپ آیندہ ایسی بات مت کیجئے گا۔

ہمم۔وجدان نے بس سر ہلا یا۔

کیونکہ وہ کافی ٹائم سے سر درد کو برداشت کر رہا تھا جو کے بڑھتا جارہا تھا۔

چہرے کی رنگت درد برداشت کرنے سے سرخ پڑ چکی تھی۔

سائیں سائیں کیا ہوا ہے آپکو۔

لیکن وجدان پورے وزن سے زمین پر گرتے دیکھ وہ خود حواص باختہ ہوا تھا اس نے بامشکل خود سے دراز قد وجدان کو سنبھالا تھا۔

۔۔۔۔

زیشام اور عینا اس وقت ہسپتال کے بیٹھے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھ رہے تھے زیشام نے ہی انہیں اطلاع دی تھی۔ڈاکٹر کے مطابق برین ٹیومر ان کے دماغ کے کئی حصوں میں پھیل چکا ہے اوپر سے میڈیسن اور ٹریٹمنٹ نا کروانے کی وجہ سے ان کے بچنے کے چانسز تیس پرسنٹ سے بھی کم تھے۔

رومیسہ اور ایما تو عینا کو حوصلہ دے رہی تھی جس کی چند گھنٹوں میں حالت بڑی ہو چکی تھی۔

عینا خاموشی سے آنسو صاف کرتی پرئیر روم کی طرف بڑھی۔

نماز پڑھتے ہے دعا کے ہاتھ اٹھائے تو پہلی بار دل یکبارگی کی کیفیت میں تھا۔

اے میرے مولا اے دو جہان کے مالک اسے زندگی عطا کر دے یارب تو سب کی سنتا ہے میری بھی سن لے اسکے سوا میرے کوئی نہیں میں نے اسکی ہر کی گئی ہر ذیادتی ہر گناہ معاف کرتی یارب میں اپنے ہونے والے کے باپ کی زندگی مانگتی ہوا سے میری زندگی میں لوٹا دے میری اولاد کو میرے جیسا نصیب نا عطا کر میرے مولا تو رحیم ہے یارب رحم کر مجھ پر تو سب پر رحم کرنے والا۔

چہرے پر ہاتھ پھیرتے آنسو صاف کئے جو کسی لڑی کی مانند بہہ رہے تھے۔

زیشام نے زبردستی رومیسہ اور اماں کو حماد کے ساتھ گھر بیجھا کیونکہ ان کی طبعیت ایسی نہیں تھی کے وہ وہاں رکتی۔ حماد بھی جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اپنا حلیہ بدلنے کیلیے اسے گھر جانا ہی تھا۔

اماں حماد زیشام سب نے کئی بار عینا کو گھر جاکر آرام کرنے کو کہا کیونکہ اسکی حالت ایسی نا تھی کے وہ اسطرح غیر آرام دہ حالت میں بیٹھی رہتی لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نا ہوئی۔

ان سب زیادہ بری حالت زیشام کی تھی جسکے لیے ساری فیملی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

بھابھی یہ کچھ کھا لے۔زیشام نے کھانا عینا کو دیا جو وہ کینٹین سے لیکر آیا تھا۔

مجھے بھوک نہیں ہے بھائی۔رونے کی وجہ آواز میں بھاری پن کا عناصر تھا۔

بھابھی ایسے بھوکے رہنے سے کیا ہو گا جب بھائی آپکی حالت کا معلوم ہوا تو وہ سخت خفا ہو گئے۔

یہی تو مسلہ وہ ہی تو نہیں جنہیں یہاں ہونا چاہیں۔وہ افسردگی سے کہتی سر جھکا گئی۔

بھابھی میں آپکو فورس نہیں کر سکتا لیکن اس جان کا خیال کریں جو اس دنیا میں آئی نہیں۔

حماد اور ایما بھی پہنچ چکے تھے۔ان سب میں اگر کوئی موجود نہیں تھا وہ تھا ان کا باپ جن کا سوچتے زیشام کے چہرے پر سرد مہری بڑھی تھی ۔مٹھیاں بھینچتے خود پر کنڑول کر گیا

آئی سی یو کا دروازہ کھلتے زیشام ان کی جانب لپکا۔

آئی ایم سوری سر بٹ پیشنٹ کی بوڈی کوئی رسپونس نہیں کر رہی وہ جیسے جینا نہیں چاہتے جب مریض کے اندر جینے کی چاہ نا ہو تو ہم کیا کر سکتے اگر انہیں اگلے دس گھنٹوں تک ہوش آ گیا تو ٹھیک ورنہ وہ قومہ میں جا سکتے ہیں۔ڈاکٹر کے الفاظ وہاں ہر انسان کا دل ڈبو کے رکھ گئے تھے۔

عینا ان سب میں بیٹھی بس اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی۔کتنی بدنصیب تھی کبھی کوئی خوشی مکمل نصیب نہیں ہوئی تھی۔وہ تو اب اس

شخص کے ہمراہ ابھی خوش ہونا شروع ہوئی تھی۔ تو کیا اسکی اولاد کا نصیب بھی اسکے جیسے ہو گا۔

یہ سوچتے ہی دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔

۔

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ایک قدم جیسے سو میلوں کا فاصلہ طے کرنے کے برابر سامنے نظر اس دشمن جاں پر پڑی جو ہر بار اسے نئ تکلیف دیتا تھا۔

اسکے بیڈ کے پاس جگہ بناتے بیٹھی۔

کیوں آپکو مجھ پر رحم نہیں آتا وجدان دوسروں کیلیئے نرم دل رکھنے والا میرے لئے سخت جابر کیوں بن جاتا ہے۔ جانا چاہتے ہے چھوڑ کر تو بتا دے نا مجھے بھی کے میں کہاں جاؤ کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر جا رہے

ہیں کون ہے آپ کے سوا میرا ۔۔ بہت ضدی ہے نا آپ تو یاد رکھے میں بھی آپکی پسلی سے بنی انا اور ضد مجھ میں کوٹ کوٹ کر بھری اگر کچھ آپکو کچھ ہوا تو میں ہم۔ دونوں کی جان لے لو گی۔

بہت محبت کرتی ہو آپ سے خدا کیلے مجھے چھوڑ کر مت جائے میری زندگی کا واحد سائبان ہے آپ عینا پھولی سانسوں سے بولتی آخری الفاظ چہرے کو آنسوں سے بھگو گئے تھے۔ ٹپ ٹپ گرتے آنسو وجدان کی ہتھلیوں پر جا گرے تھے۔

مونیٹر کی چلتی دل کی دھڑکنوں کی بڑھتی رفتار عینا نے چیخ کر ڈاکٹر کو آواز دی۔

نرس نے عینا کو باہر نکالا جو وہ اسکے پاس سے دور جانے کا نام نہیں لے رہی۔

ڈاکٹر سے ملنے والی خبر کے وجدان اب خطرے سے باہر ہے اور کچھ گھنٹوں تک ہوش آجائے گا سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔

۔۔۔۔

وجدان کی جب آنکھ کھلی تو سامنے صوفے تمام تر معصومیت وہ سو رہی تھی گھڑی پر نظر پڑی جو رات کے دو بجا رہی تھی۔

اسکی نظریں اسکے اطراف گھوم رہی تھی جو صوفے پر غیر آرام دہ حالت میں سو رہی تھی اگر وہ زرا سا پلٹی تو وہ صوفے سے گر جاتی۔ وجدان نے جلد بازی سے اٹھنے کی کوشش تو سر پر اٹھنے والی تکلیف نے ایسا کرنے نا دیا۔

لیکن دوسری بار پوری ہمت سے درد کو نظر انداز کرتا اسے گود میں اٹھاتا اسے پاس بیڈ پر لیٹا گیا۔ وہ جانتا وہ نہیں اٹھے گی کیونکہ اسکی نیند کا ہی تو بھرپور فائدہ اٹھاتا رہا۔ اسکے سونے کے بعد اسکے چہرہ کو حفظ کرنا بے

دریغ دیکھتے رہنے اسکی ایک پسندیدہ مشغلہ تھا۔اسکا چہرہ وہ خزانہ ہے
جسکی کھوج وہ ساری زندگی کر سکتا

اسے اپنے سینے سے لگاتا اسکی خوشبو کو سانسوں میں اتارتا دھیرے
دھیرے آنکھیں موند گیا۔

حماد اور ایمار وم میں داخل ہوئے تھے تو وہاں کا منظر دیکھتے انکے چہرے
سرخ ہوئے تھی وہی پیچھے وہ تینوں بھی ہڑبڑا گئے۔شور کی آواز پر عینا
نے آنکھیں لیکن خود کو کو وجدان کے حصار میں پا کر اور باقی سب کو باہر
نکلتے اسکا چہرہ بھانپ اڑا رہا تھا۔

وہ جلدی سے چادر لیتی بنا ایک نظر اپنے بے شرم شوہر پر ڈالے وہ باتھ
روم کی طرف بھاگی

بیگم آرام سے وجدان کا آہستہ کے قہقہ گونجا۔

اس وقت وہ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے اور وجدان کی شعلہ بار نظریں ان پر تھی

ناہنجاروں کیا ضرورت تھی آنے کمینوں تم لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے سے ہزار گنا بہتر تو اپنی بیوی کے پاس رہنے تھا جو تم لوگوں کی وجہ سے جا چکی ہے۔ وجدان جلے دل پھپھولے پھوڑے۔

بے غیرت کچھ ہسپتال کا خیال کر لیتا یہاں لوگ علاج کیلے آتے ہی ویڈنگ نائٹ کیلے نہیں۔

زیشام نے دانت پیسے وہی حماد کا چہرہ اسکی بکواس پر سرخ ہوا تھا۔

تجھے کیوں آگ لگی یہ ساتھ والا کمرے میں مریض نہیں ہے تو تو بک کر و سکتا ہے۔ اگر تم لوگوں چاہوں میں تم دونوں کیلیے یہ نیک فریضہ ادا کر سکتا ہو۔

ان دونوں معنی خیز نگاہوں سے دیکھتا جن کا اسکی بات جو نے لگانے

کو دل کر رہا تھا۔

شٹ اپ اگر اس وقت تو مریض نا ہوتا تو میں تجھے بتاتا۔ زیشام کی بات پر

وجدان نے جیسے ناک پر مکھی کی طرح اڑائی

وجدان کو ڈسچارچ ہوئے تیسرا دن تھا لیکن جتنا اسنے عینا کو کیا تھا شائد

ہی کبھی کیا ہو۔ سارا دن وہ اسے کمرے سے ایک پل دور نہیں رہنے دیتا

تھا جب وہ باہر نکلتی تو آوازیں دیں کر پورا سر پر اٹھا لیتا تھا

میری بیوی تو کافی ہوٹ ہو گئی ہے

وہ ڈریسنگ کے پاس کھڑی بال بنا رہی تھی جب وجدان نے اسے پیچھے

حصار میں لیا نظریں اس گداز سراپہ پر الجھی تھی اسکے کندھے پر تھوڑی

ٹکاتے ہوئے بولا۔

آپکو شرم نہیں آتی ایسے الفاظ بولتے ہوئے۔ دور ہٹے پیچھے مجھ سے عینا نے بے باک نگاہوں سے نظریں چرائی۔ لیکن وجدان نے اسکے بھاری وجود کو اٹھاتے صوفے پر بیٹھایا۔ وہ اسے کسی موم کی گڑیا کی طرح ٹریٹ کرتا تھا ہر پل وہ اپنے کسی نا کسی عمل سے معتبر کر دیتا تھا عینا کے دل میں ساری نفرت اسکی زیادتیاں اپنے دل کے کونوں میں دفن کر چکی تھی

شرم تو تمہیں پہلی دفعہ دیکھنے کے بعد ہی بیچ کھائی تھی اور دور ہٹنے کی بات ہی نا کرو تم نے خود ہی تو کہا تھا ہسپتال میں کے مجھے آپکی محبت چاہیے صبح صبح مارننگ کسسز اور ڈھیر سارے بچے۔۔

خدا کا واسطہ چپ کیسے الفاظ بول رہے میں نے تو مجھ آپ سے محبت ہے کہا تھا اور آپ میسنے بے ہوشی کی حالت میں سب سنتے رہے۔ وہ تیزی

سے بولتی اپنی زبان دبا گئی وہ ایسے کرتے اسقدر کیوٹ لگ رہی تھی

کے وجدان نے دونوں گالوں نرمی سے چھوا۔

بے انتہا محبت کرتا ہو تم سے جنون کی حد تک چاہنے لگا ہو تمہیں جب مجھے تم منظر نہیں آتی تو اپنی دینا مجھے اندھیروں سے لگتی میری روشنی کا ذریعہ ہو میں بہت گنہگار ہو جان وجدان یہ محبت مجھ جیسے کیلیے نہیں بنا تھا لیکن جب سے تمہیں دیکھا ہے تب سے محبت جیسے لفظ سے آشنا ہوا ہو۔ میرے خیال سے محبت تب ہو سکتی ہے جب آپ کسی ایسے شخص کو پائے جس کے ساتھ آپ خود کو مکمل تصور کرے جسکا ساتھ آپکو راحت بخش بناتا ہو جیسے اپنے کسی وجود کے حصے کو پایا۔ اور تم میری جسم کا حصہ عینا وجدان میرا تمہارے بغیر کچھ نہیں سوائے ایک خالی پتلے کے۔

عینا سٹل ہوئی اسکی باتیں سن رہی تھی ہوش اسے تب آیا جب وجدان کے ہونٹ کا لمس اپنے پر محسوس

کیا

یہ یہ کیا کر رہے ہے آپ۔ عینا اسے دنگ سی دیکھیں گی۔

پیار کر رہا ہو کوئی اعتراض ہے ہے بھی مجھے کوئی مسئلہ نہیں عینا نے اسکی بات پر گھورا تو وہ مسکرا گیا۔

جب وجدان کے والد کو فالج اٹیک ہوا تھا وہ تب سے حویلی واپس آ چکا تھا وہ ڈے شک اپنے باپ سے بے حد نفرت کرتا لیکن وہ محبت نہیں ختم ہو سکتی جو وہ بچپن سے کرتا آیا تھا گھر میں وجدان اور اماں کے کم ہی لوگ انکے کمرے میں جاتے تھے۔

زیشام بھی ماں کے کہنے پر وہی آ چکا تھا

وہ دونوں عشا کی نماز ادا کر چکے عینا نے ہاتھ اٹھائے دعا کیلے کے نظر اپنے شوہر پر پڑی جو اسکی گود میں سر رکھے ہوئے تھا چہرہ پیٹ کی طرف ہونے عینا اپنی شرٹ کو گیلا ہوتا محسوس کر چکی تھی

مجھے سکون نہیں آتا عینا دعا کرو خدا مجھے سکون دے دیں تمہاری ساتھ کیا ہر ظلم مجھے ڈراتا مجھے اس وقت سے ڈر لگتا اگر خدا نے مجھے بیٹی دی تو اگر میں اسکی حفاظت نا کر سکا تم دعا کرو خدا مجھے بیٹی نا دے مجھے اس اذیت سے نکال دو عینا میں مر جاؤ۔

عینا انگلی ہونٹ پر رکھ کر اس. خاموش کروایا

عینا نے اسکے چہرہ کو ہاتھوں میں تھاما دعا پڑھتے چہرہ پر پھونک پھونک ماری اور نرمی سے اسکے سر پر بوسہ دیا وجدان کو سکون ہی سکون رگو میں گھلتا محسوس ہو

میں اپنے ساتھ کی گئی ہر زیادتی کیلے آپکو معاف کرتی میں نہیں چاہتی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اولاد کے ذریعے آزمائش میں ڈالے میرے رب نے آپکے دل میں لے نرمی پیدا کر کے مجھے سرخرو کر دیا میری کی گئ دعائیں قبول ہو گی مجھے آپ سے محبت ہے وجدان میں خدا کو خاظر ناظر جان کر کہتی ہو میری زندگی دوسرا آنے والا شخص سوائے میرے بیٹے کے کوئی نہیں ہو گا۔

وہ بول رہی وجدان بس اسے سن رہا تھا وہ اسے کیا بتاتا وہ اسے سکون دے رہی اسکے الفاظ زخموں پر مرحم کی طرح لگے تھے

۔۔۔۔

آج ان کے گھر میں الگ سما تھا پورے علاقے کی دعوت رکھی گئی تھی زیشام اور حماد کا ولیمہ تھا۔ حماد کے منع کے باوجود وجدان نے زبردستی اسے منایا تھا

اور عینا منہ پھلائے بیٹھی ایسی حالت جب اسکا آٹھواں ماہ چل رہا تھا شوہر نے گھر میں ولیمہ رکھا اب وہ کیسے انجوائے کرتی

وہ پارلر والی سے تیار ہو کر بیٹھی تھی کیونکہ وجدان نے اسے منع کیا تھا باہر نکلنے وہ سلور کلر میکسی پہنے ڈائمنڈ نیکلس اور ٹاپس پہنے بالوں میں خوبصورتی کرل کر کے ایک طرف کیا گیا تھا وہ میک اپ میں نظر لگنے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

وجدان جب روم میں آیا تو نظریں ہوش ربا سراپے میں الجھی وہ وہی سٹل ہوا تھا پارلر والی انہیں گم دیکھ کر جا چکی تھی

کوئی اسقدر پیارا کیسے ہو سکتا ہے اور پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے۔

چلیں آپ پھر سے شروع ہو گئے ہم نے ولیمہ میں جانا۔

عینا اسے اپنے پاس آتے دیکھ کر جلدی سے اٹھی۔

کہیں نہیں جانا آج ہم دونوں یہی کچھ پل ایک دوسرے کے ساتھ گزار لیتے ہے۔وجدان کی نظر پھسلتی ہوئی شہہ رگ پر ٹکی اسے پاس کرتا اسکی گردن پر ہولے سے لب رکھے عینا نے اس سے دور ہونا چاہا

وجی چلیں نا لیٹ ہو جائیں گے۔

میں صدقے جاؤ وجی کی جان میں نے تمہیں اتنا تیار اس لئے نہیں کروایا کے میں اپنی پیاری بیگم کو نظر لگواؤں۔تم سراہنے تم چھونے تمہیں محسوس کرنے کا حق میرا ہے۔عینا نے بولنے کیلیے لب ہلائے کے وجدان اپنے سلگتے ہونٹ رکھتا اسکی آواز کو مدغم کر چکا تھا

پانچ سال بعد

وجدان اور عینا کے چار بچے خدا کے طرف سے انمول جن کے آنے ان رشتہ اور مضبوط ہوا عینا اب بطور ڈاکٹر اپنی سرگرمیاں انجام دے رہی

تھی وجدان نے اسکا نام سے ہسپتال بنوا جہاں کی ساری ذمہ داری اسکی تھی۔

ایما اور حماد کی زندگی نوک جھونک اسی طرح جاری لیکن اب وہ دو بچوں کی ماں بن چکی تھی

زیشام اور رومیسہ وہ دونوں ایک ساتھ خوش تھے.

THE END